ہے ۔واللہ العالم بحقائق الامور ۔

سوال: (۱۳۳):عبادت اور مدد جب اللہ ہی سے مختص ہے تو جیسا ہم کسی ہی لحاظ سے عبادت کا اطلاق کسی غیر پر نہیں کرتے مدد طلب کرنے میں کیوں رُخ موڑتے ہیں، حقیقی مدد تو اللہ ہی کی ہے جس طرح قرآن میں بار بار آیا ہے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: جس طرح عبادت اللہ سے مختص ہے بالکل اسی طرح امور تکوینیہ جیسے خلق و رزق اور موت و حیات وغیرہ امور میں مدد طلب کرنا بھی خدا سے مخصوص ہے ۔ہم یہاں کوئی رُخ نہیں موڑتے ،عبادت بھی اللہ ہی کی کرتے ہیں اور ان امور میں مدد بھی اللہ ہی سے مانگتے ہیں ۔جیسا کہ اس کا اِرشاد ہے: "ایاك نعبد و ایاك نستعین" ہاں البتہ صرف واسطہ سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کا دیتے ہیں وبس ۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" ستمبر ۲۰۰۹ء)

سوال: (۱۳۴):شامِ غریباں ایک گھوڑا سوار آیا بی بی نے اس کو رکنے کو کہا لیکن وہ نہ رکا ۔وہ حضرت علیؑ تھے ۔بی بی نے بابا سے گلے شکوے کیے اور پھر سب سے ملاقات کی ۔اس کی حقیقت بیان فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس روایت کی کوئی اساس و بنیاد نہیں ہے ۔اور محض افتراء پردازوں کی اختراع ہے ۔

سوال: (۱۳۵):حضرت امام حسین علیہ السلام کا بی بی کے لاش پر پہنچنے پر اٹھ بیٹھنا اور ہم کلام ہونا، علامہ ..... پڑھتے تھے، اور آج بھی عالم و ذاکر پڑھتے ہیں ۔وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ شہداء بھی زندہ ہوتے ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام تو سید الشہداءؑ ہیں ۔مگر کلام اس

میں ہے کہ ان کی حیات کی کیفیت کیا ہے؟ بنص قرآن ہمیں اس کا شعور نہیں ہے ۔(ولکن لا تشعرون) اور اگر امام شہادت کے بعد اٹھ کر بیٹھ جائیں اور بی بی سے کلام فرمائیں تو یہ تو حیاتِ دنیوی بن جائے گی ۔اور ہماری سمجھ میں آجائے گی ۔یہ حیات شہداء تو نہیں ہے، جو بزرگ پڑھتے ہیں ان سے رجوع کریں کہ یہ روایت کس مستند کتاب میں لکھی ہے ۔ہماری نظر قاصر سے تو ایسی کوئی روایت نہیں گزری ۔واللہ العالم ۔

سوال: (۱۳۶):حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام کا مقصد و ہدف خلافت و حکومت تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: امام عالی مقامؑ کے قیام کا محرک ہدف اور مقصد وہی تھا جو آپ نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے نام اپنی وصیت میں بیان فرمایا تھا:

ما خرجت اشرا و لا بطرا و لا مفسدا و لا ظالما بل انما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی رسول اللہ و لان امر بالمعروف والنھی عن المنکر و اسیر بسیرة جدی رسول اللہ و ابی علی بن ابی طالب علیھم السلام

امام کے سامنے چار مقاصد تھے:

① امت جد کو ابدی ہلاکت و تباہی سے بچانا ۔

② امر بالمعروف کا فریضہ ادا کرنا ۔

③ نہی عن المنکر کے وظیفے کی ادائیگی ۔

④ پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علی علیہ السلام کی سیرت و کردار کا احیاء ۔

بالفاظِ دیگر اسلام کی بقاء اور کفر و شرک ، الحاد کے فنا کے لیے کام کرنا، اور ہر قسم کا اقدام کرنا ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

سوال: (۱۳۷): جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی کربلا واپسی پر اہل بیتؑ کے قافلہ کو روکنا اور اونٹوں سے اترنے کا حکم جناب عباس علمدار بیان کرنا اور کافی وقت تک محو گفتگو رہنا اور ان کا موجودہ دو دور کے اماموں کو نہ پہچاننا اور ان کا بھی اپنا تعارف نہ کرانا کہ ہم تو موجود امام ہیں ۔ یہ سب کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ سب کذب وافتراء ہے ۔ اور یہ روایت سینہ گزٹ ہے جس کی کوئی تاریخی حقیقت نہیں ہے ۔ بات صرف اس قدر ہے کہ جناب جابر بن عبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پہلے زائر ہیں اور یہ وارد کربلا ہوئے ، ادھر آلِ محمد کا لٹا ہوا قافلہ شام سے وارد کربلا ہوا ۔ اور سب نے مل کر دل کھول کر گریہ وبکا کیا اور سب سے پہلے شہداء کی عزاداری منائی ۔

سوال: (۱۳۸): کیا امام حسین علیہ السلام کا قیام وخروج سیاسی تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کے جواب کی وضاحت اوپر والے سوال نمبر ۱۳۶ کے جواب میں کر دی گئی ہے ۔ ملاحظہ فرمائیں ۔

سوال: (۱۳۹): اگر اہل کوفہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو دعوت نہ دیتے تو امامؑ کا طریقہ انقلاب کیا ہوتا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جو امام نبی کا قائم مقام ہوتا ہے وہ حکیم الامت ہوتا ہے ۔ اگر اہل کوفہ دعوت نہ دیتے تو امامؑ کا طریقہ انقلاب کیا ہوتا؟ اس کا جواب تو حضرت امام عالی مقامؑ ہی دے سکتے ہیں ۔ ہم صرف اس قدر جانتے ہیں کہ امام علیہ السلام طریقہ کار جو بھی اختیار فرماتے ، آپ کا ہدف اور مقصد صرف وہی ہوتا جو سوال نمبر ۱۳۶ کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ اسلام کی بقاء اور اس کی بہبود وفلاح اور انسانیت کی فوز وفلاح اور کفر وشرک اور نفاق کی فنا ۔ والحمدللہ ۔

سوال: (۱۴۰): اہل کوفہ نے امام حسین علیہ السلام کو کیا دعوت دی اور امام

حسینؑ ان سے کیا توقع رکھتے تھے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اہل کوفہ نے دعوت کیا دی؟ امامؑ نے جواب کیا دیا؟ اور امامؑ ان سے کیا توقع رکھتے تھے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کی جوابات تاریخ اسلام کے مبتدی طالب علم بھی جانتے ہیں ۔ اور ہم نے بھی "سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ" میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ حقائق بیان کر دیے ہیں ۔

ع اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

والباقی باقی ان شاء اللہ ۔ (ماہنامہ "دقائق اِسلام" اکتوبر ۲۰۰۹ء)

سوال: (۱۴۱): اہل کوفہ اگر بے وفائی نہ کرتے تو کیا ہوتا؟ قیام حسین علیہ السلام کے خدوخال اور مطلوبہ نتائج کیا ہوتے؟

جواب: باسمہ سبحانہ:: اس سوال کا جواب بڑا واضح ہے کہ اگر اہل کوفہ اور دوسرے اہل اسلام حضرت امام حسین علیہ السلام سے بے وفائی نہ کرتے تو پھر وفا کرتے اور مال وجان سے آپ کی مدد کرتے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم فرماتے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے کام کرتے اور اس طرح اسلام ہر قسم کی کجی سے اور مسلمان کج روی سے بچ جاتے اور دنیا آفتابِ اسلام کی ضیا پاشیوں سے بقعۂ نور بن جاتی اور یزیدؔ اپنے مقصد میں ناکام ونامراد ہو جاتا ۔

آہ! اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سوال: (۱۴۲): کیا امام حسینؑ عراق کی طرف اہل کوفہ کی مدد سے حکومت یزید کا تختہ الٹنا چاہتے تھے؟ اہل کوفہ کی بے وفائی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے ۔ ہر دو صورتوں میں دلائل؟

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب: باسمہ سبحانہ: ظاہر ہے کہ اگر اہل کوفہ وغیرہ امام کو نصرت و امداد کا یقین نہ دلاتے اور یزید پلید بیعت کا مطالبہ بھی نہ کرتا تو امام علیہ السلام پر قیام واجب نہ ہوتا۔ بلکہ اپنے والد ماجد اور اپنے ابناء طاہرین کی طرح خانہ نشینی اختیار کرتے، ورنہ واضح ہے کہ اگر ظاہری اسباب مہیا ہوں تو باطل کا قلع قمع کر کے حق و حقیقت کا علم گاڑنا اور حکومتِ الٰہی کے قیام کی کوشش کرنا واجب ہوجاتی ہے اور امامؑ سے بہتر کون اپنی شرعی ذمہ داری کو سمجھ سکتا ہے؟

سوال: (۱۴۳): حضرت امام حسین علیہ السلام کو اہل حل وعقد مدینہ ومکہ کا روکنا، بھائی اور والد سے عراقیوں کی بے وفائی کی یاد دہانی کرانا، تدبّر کے لحاظ سے اقدام کا نا مناسب قرار دینا، حصول خلافت وحکومت، زعامت کا ناممکن نظر آنا اور پھر بھی امام حسینؑ کا نہ رُکنا، کس ہدف یا اہداف کا مرہونِ منت ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ:

ع "فکر ہرکس بقدر ہمت اوست"

یہ ٹھیک ہے کہ نظر بظاہر حالات ان لوگوں نے جن کا سوال میں تذکرہ کیا گیا ہے امام کو ان کے اقدام سے روکا تھا۔ مگر امام عالیؑ مقام قطع نظر اپنی عصمت وطہارت کے ویسے بھی معاملہ فہمی اور دور بینی میں ان لوگوں سے زیادہ ہوشیار و سمجھ دار تھے۔ لہٰذا ان پر اس معاملہ میں ان کی رائے کا ماننا لازم نہ تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام علیہ السلام جانتے تھے کہ اگر وہ بظاہر کامیاب نہ بھی ہوئے تو ان کی مظلومانہ شہادت حکومت یزید کو بیخ و بن سے اکھیڑ دے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ یہ اقدام کریں اور کربلا تشریف لے

جائیں کہ اسلام کی بقا ان کی شہادت میں مضمر ہے۔ (جس کی تفصیل سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ میں درج ہے) اور آپ نے اپنے جد نامدار کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے یہ قدم اٹھایا، اور اسلام کو ابدی ہلاکت سے بچایا۔

ع حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؑ

سوال: (۱۴۴): اگر یزیدؑ امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب نہ کرتا، اہل کوفہ دعوت بھی نہ دیتے تو امام حسین علیہ السلام قیام فرماتے؟ جب کہ بعد والے ائمہؑ نے یزیدؑ جیسے حکمرانوں کے ادوار میں قیام نہیں فرمایا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب ابھی اوپر سوال نمبر ۱۴۳ کے جواب میں واضح کیا گیا ہے۔ اعادہ وتکرار کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: (۱۴۵): قیامِ حسین علیہ السلام کا محرک یا ہدف کیا شہادت عظمیٰ کا حصول تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب سوال نمبر ۱۴۲ کے جواب میں واضح کر دیا گیا ہے۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

سوال: (۱۴۶): کیا امام نے بھی سوچا تھا کہ وہ یزید کا تختہ الٹ کر اسلامی حکومت وخلافت کا قیام عمل میں لاسکیں گے۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ تو آپ سمجھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے تاریخ انسانیت کا اتنا بڑا عدیم المثال اقدام سوچے سمجھے بغیر کیا تھا؟ معاذ اللہ! ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔ امام علیہ السلام نے تمام عواقب ونتائج پر نظر رکھ کر یہ قدم اٹھایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک امام علیہ السلام کے پائے ثبات میں لغزش واقع نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی نتائج کو دیکھ کر کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار کیا گیا۔

کیونکہ آپ نے پہلے ہی تمام حالات وکوائف کا مکمل جائزہ اپنے اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

عواقب ونتائج کا نہ صرف تصور کرنے بلکہ ان کی تصدیق کرنے کے بعد یہ قدم اٹھایا تھا۔ ابھی اوپر سوال نمبر ۱۴۳ کے جواب میں ان کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ فراجع۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" نومبر ۲۰۰۹ء)

سوال: (۱۴۷): قبل از اسلام بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان کسی دیرینہ جنگ وجدل یا رقابت کا کوئی قابلِ ذکر واقعہ تاریخ میں ملتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جناب ہاشم (خاندانِ رسالت کے جد اعلیٰ) اور عبدالشمس (خاندانِ بنی امیہ کا جد اعلیٰ) سگے اور جڑواں بھائی تھے۔ وہ اس طرح جڑواں پیدا ہوئے تھے کہ ان کے پاؤں کا پنجہ پیشانی سے چپکا ہوا تھا جسے تلوار کے ذریعہ علیحدہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے بہت سا خون بہا تھا۔ جس کی وجہ سے نجومیوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ ان کے درمیان خونریز جنگ ہوگی۔

چنانچہ حالات نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ جناب ہاشم ہوں یا ان کی اولاد، وہ ہمیشہ سیادت وقیادت کی مسند پر فائز رہے، اور عبدالشمس ہو یا اس کی اولاد، وہ اس اعزاز سے محروم رہے۔ جس کی وجہ سے وہ بنی ہاشم سے حسد کرتے رہے اور بغض وکینہ رکھتے رہے۔

اگرچہ قبل از اسلام بھی ان کے درمیان کشمکش تو رہتی تھی۔ مگر کسی باقاعدہ جنگ کا واقعہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ البتہ حضرت رسولِ خداؐ کے اعلانِ نبوت کے بعد پہلے مکہ اور پھر ہجرت کے بعد مدینہ میں پہلے ابوسفیان نے آپ کی کھل کر مخالفت کی اور مکمل کئی جنگیں لڑیں۔ اگرچہ فتح مکہ کے بعد اس نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر بظاہر اسلام کا لبادہ تو اوڑھ لیا تھا۔ مگر دل نفاق وشقاق سے پاک وصاف نہ ہو سکا۔

چنانچہ اس کے بیٹے نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ظاہری دورِ

خلافت میں بھی وہ کچھ کیا جو اس کا باپ بھی نہ کر سکا تھا، اور اس کے بعد اس کے بیٹے (یزیدؔ) نے آلِ رسولؐ کے ساتھ وہ کچھ کیا جو اس کا باپ اور دادا بھی نہ کر سکے تھے۔ "وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"۔

سوال: (۱۴۸): شہادت جناب امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ نے معاویہ کے خلاف قیام نہ فرمایا۔ جب کہ وہ معاہدۂ صلح تو پہلے ہی پامال کر چکا تھا، اور شہادت امام حسنؑ کے بعد تو ویسے بھی ختم ہو گیا تھا۔ اور امیر شام کے جرائم یزید سے کچھ کم نہ تھے بلکہ وہ بیٹے سے بھی زیادہ کرتا تھا۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب تاریخ اسلام کے طالب علموں پر بالکل واضح ہے۔ کیونکہ جب حالات وکوائف سے مجبور ہو کر حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کے ساتھ صلح کی تھی اور خانہ نشینی اختیار کی تھی، وہ حالات امام حسنؑ کی شہادت کے بعد بھی نہ صرف یہ کہ بدستور موجود تھے بلکہ اس سے بھی بدتر تھے، تو جن حالات کی وجہ سے امام حسنؑ قیام نہ کر سکے انہی حالات کی بنا پر امام حسین علیہ السلام بھی قیام نہ کر سکے۔

مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں "اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ ہمارے امام اور شہزادے نے اپنی خوشی کے ساتھ خلافت معاویہ کو نہیں دی۔ بلکہ مجبوری سے آپ نے دیکھا کہ میرے ساتھی لوگ در پردہ معاویہ سے سازش رکھتے ہیں اور معاویہ جنگ پر تلا ہوا ہے۔ آپ معاویہ کو ظالم وغاصب جانتے تھے اور ہرگز خلافت کا مستحق نہیں جانتے تھے"۔ (انوار اللغۃ جلد ۱۵ صفحہ ۲۷ طبع بنگلور)

یہ بات بھی واضح ہے کہ جانی قربانی پیش کرنا اصلاح احوال کا بالکل آخری حربہ ہوتا ہے۔ امام حسن علیہ السلام نے مصالحت کا حربہ استعمال کیا، اور جب اس سے اصلاح احوال نہ ہوئی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے آخری حربہ استعمال فرمایا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

علاوہ بریں معاویہ کے دور میں جس قدر بھی جرائم کا ارتکاب کیا گیا مگر ظواہر شریعت کی کسی حد تک پابندی کی جاتی تھی ۔ جب کہ یزید نے شریعت محمدی کا قلادہ بالکل اپنی گردن سے اتار دیا تھا، اور وہ کھلم کھلا احکام شریعت کی نہ صرف یہ کہ مخالفت کرتا تھا، بلکہ ان کا مذاق بھی اڑاتا تھا ۔

علاوہ بریں معاویہ نے امام حسن علیہ السلام یا امام حسین علیہ السلام سے بیعت کا مطالبہ نہیں کیا، جب کہ یزید پلید بیعت پر اصرار کر رہا تھا ۔

ولنعم ما قیل:

؎ چاہا جب خدا نے یہ بتائے دنیا والوں کو
کہاں پر صلح ہوتی ہے کہاں پر جنگ ہوتی ہے
تو بھیجے اپنی رحمت سے علیؑ کے لاڈلے دونوں
یہ سمجھا جائیں جس پر آج دنیا دنگ ہوتی ہے
وہ آئے اور مسلم کو عمل کر کے یہ بتلایا
یہاں پر صلح ہوتی ہے یہاں پر جنگ ہوتی ہے

سوال: (۱۴۹): اگر یزیدؒ بیعت طلبی کے مطالبہ سے پیچھے ہٹ جاتا تو کیا امامؑ واپس وطن جا کر یا کسی اور جگہ تشریف لے جا کر آرام سے زندگی بسر فرماتے ۔ کربلا میں امامؑ کی اس قسم کی گفتگو فرمانے کا مقصد کیا تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یزید عنید بیعت طلبی پر اصرار کر رہا تھا، اور ظاہر ہے کہ اگر امام علیہ السلام اس کے اس مطالبہ کو مان لیتے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو اس طرح خدا کا بنایا ہوا اور امامؑ کے جد نامدار کا لایا ہوا دین اسلام ختم ہو جاتا ۔ اور اگر بالفرض اسلام کا نام باقی بھی رہتا تو یزیدیت کا نام اسلام ہوتا، اور امام حسین علیہ السلام جیتے جی یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے ۔ لہٰذا انھوں نے وہ

کچھ کیا جو ان کے منصب و مقام کا تقاضا تھا اور نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ:

؎ سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؑ

اب رہی یہ بات کہ اگر یزید مطالبہ بیعت سے دستبردار ہو جاتا تو پھر امامؑ کیا اقدام کرتے؟ اسے دخل در معقولات کہتے ہیں ۔ نبی ہوں یا امام، وہ اپنی شرعی ذمہ داریوں کو ما و شما سے بہتر جانتے ہیں ۔ ہم اس مقام پر صرف یہ کہنا چاہیں گے کہ اگر ایسا ہوتا تو امامؑ وہ کام و اقدام کرتے جو ان کے مقام و منصب کا تقاضا ہوتا ۔ "فھو البصر بتکلیفه الشرعی" ۔ اور امامؑ نے کربلا میں جو مصالحانہ گفتگو فرمائی تھی، وہ اس لیے تھی تا کہ یزیدی ٹولا یہ نہ کہہ سکے کہ امامؑ نے ان پر جنگ مسلط کی تھی ۔ ورنہ وہ تو امامؑ سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے ۔

الغرض اس طرح امامؑ نے اپنی حکمت عملی سے جارح اور مجروح اور ظالم و مظلوم کا باہمی فرق واضح کر دیا ۔ والحمدللہ ۔

سوال: (۱۵۰): مکہ یا مدینہ سے روانگی کے وقت کیا امامؑ نے امت مسلمہ کو اجتماعی یا انفرادی طور پر موجود یا غیر موجود افراد کو دعوتِ قیام دی تھی؟

جواب: باسمہ سبحانہ: بظاہر حالات امام حسین علیہ السلام مدینہ سے یا مکہ سے نکلتے وقت یزیدی حکومت کے خلاف کوئی طبل جنگ بجانے نہیں جا رہے تھے، کہ امت مسلمہ کو اجتماعی یا انفرادی طور پر دعوتِ جنگ و جہاد دیتے، بلکہ وہ اہل کوفہ جو کہ صوبہ عراق کا مرکزی مقام تھا، کی مخلصانہ دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے کہ حالات کا نقشہ بدل گیا ۔ اور ان بدلے ہوئے حالات میں امامؑ نے وہ کام کیا جو ان کے منصب و مقام کا شرعی تقاضا تھا ۔

الغرض اگر اس وقت امام حسنؑ زندہ ہوتے تو وہ بھی وہی کام کرتے جو امام

Presented By: https://jafrilibrary.com

حسینؑ نے کیا تھا۔ اور اگر امام حسنؑ کے صلح کے وقت زمام کارواں امام حسینؑ کے ہاتھ میں ہوتی تو وہ بھی یقیناً اسی طرح صلح کرتے، جس طرح امام حسنؑ نے کی تھی۔ بھلا شہزادے ایسا کیوں نہ کرتے؟ جب کہ ان کے جدِ بزرگوار نے اپنے اپنے موقع و محل پر صلح بھی کی تھی، اور جنگ بھی لڑی تھی۔ مقصد سب کا ایک تھا کہ اسلام کو بچایا، اور پھیلایا جائے، اور کفر و شرک کو مٹایا جائے۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" دسمبر ۲۰۰۹ء)

سوال: (۱۵۱): حکومتوں کے خلاف جب بھی اور جو بھی مزاحمت اٹھتی ہے تو ان چار قسم کی مزاحمتوں سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ اور مزاحمت کی چاروں قسمیں سیاسی ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو ان چار شقوں سے کس شق میں شمار کیا جائے؟ بہرحال سیاسی عمل کہلائے گا۔

① حصولِ اقتدار کے لیے سرگرمی۔

② کسی حکومت کے خلاف یا اس کی کسی پالیسی کے خلاف مزاحمت۔

③ ملک کے نظام قانون کے خلاف یا پورے نظام کی تبدیلی اور حکومت کا ڈھانچا بدلنے کے لیے سرگرمی۔

④ بیرونی ممالک کی مداخلت اور ان کی پالیسی اور سرگرمیوں کے خلاف مزاحمت۔

قیامِ حسینی کو سیاسی قیام قرار دینے پر آپ کیا فرمائیں گے۔ اپنی تحقیق و فکر سے روشناس کرائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: سیاست کا لفظ جو بدنام ہوا ہے تو وہ مکیالوی یا معاویہ کی سیاست کی وجہ سے، ورنہ فی حد ذاتہ اس لفظ میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ خرابی۔ سیاست سے اچھائی کا حاصل کرنا یا برائی سے دور رہنا مراد لی جائے تو

پھر کہنا پڑتا ہے کہ دین عین سیاست ہے اور سیاست عین دین ہے۔ ان کی باہمی جدائی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بقول اقبال:

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

آپ چاہیں تو اسے دینی انقلاب کا نام دیں، یا کفر و اسلام، ایمان، بے ایمانی یا حق و باطل کی جنگ تھی اور چاہیں تو اسے سیاسی جنگ کی تیسری قسم قرار دیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے پورے نظام یزیدیت کی تبدیلی اور حقیقی نظام اسلام کے نفاذ کی خاطر یہ جنگ لڑی تھی۔ ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

؎ الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو موتی کی طلب ہے نہ صدف کی

اور یہی غرض و غایت ہماری عزاداری منانے کی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ:

؎ افعالِ یزیدی مٹ جائیں مظلوم سے الفت پیدا ہو
اس واسطے ان کے درد بھرے احوال سنائے جاتے ہیں

سوال: (۱۵۲): بدعت وہ کام ہے جو مذہب کے نام پر کیا جائے، لوگ اسے دین کا جزو سمجھیں۔ حالانکہ اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہ ہو۔ حوالہ کتاب "سخن" از شہید مطہری صفحہ ۱۵۴ ہمارے ہاں عزاداری جو پاک و ہند میں ہوتی ہے اس کی تمام رسوم کو دین سمجھا جاتا ہے۔ اس عنوان سے پاکستان میں ایک عالم کافی واضح و عیاں تحریر کر رہے ہیں۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس موضوع پر ہم نے اپنی کتاب "اصلاح الرسوم" میں بہت وضاحت و صراحت سے حقائق بیان کر دیے ہیں۔ بدعت کی تعریف اور اس سے متعلقہ مباحث پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ جہاں تک عزاداری منانے کا تعلق ہے تو یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ ہر محب صادق اپنے محبوب کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

خوشی اور غم میں اس کا شریک ہوتا ہے ۔ کیونکہ جہاں آگ جلتی ہے وہی جگہ گرم ہوتی ہے ۔ اور جہان تک اس کے رسوم کا تعلق ہے تو وہاں ان کے جواز اور عدم جواز کا میزان اللہ تعالیٰ کا قرآن اور چودہ معصومین کا فرمان ہے ۔

لہٰذا جو رسم اس کے مطابق ہے وہ جائز ہوگی اور جو ان سے متصادم ہوگی وہ ناجائز ہوگی ۔ اس کی تفصیل "اصلاح الرسوم" میں دیکھی جاسکتی ہے ۔ جس عالم کی تحریر کا آپ نے تذکرہ کیا ہے، اگر اس میں افراط نہ ہوتا تو اچھی تھی مگر افراط ہو یا تفریط، دونوں مذموم ہیں ۔

سوال: (۱۵۳): کتاب مذکور یعنی "سخن" از شہید مطہری کے صفحہ ۲۰۰ پر لکھا ہے: بشرطیکہ یہ مان لیا جائے کہ آدمؑ بھی پیغمبر تھے اور ان کا بھی کوئی معجزہ تھا ۔ کیونکہ بعض کا خیال ہے کہ آدمؑ پیغمبر نہ تھے، آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جناب آدم علیہ السلام پیغمبر تھے ۔ اور بنص قرآن "انی جاعل فی الارض خلیفۃً" "خلیفۃ اللہ" تھے ۔ اور اس پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے ۔

سوال: (۱۵۴): اے محمدؐ! تجھے پیدا نہ کرتا یا اے محمدؐ و آلِ محمدؐ! تمھیں پیدا نہ کرتا تو زمین و افلاک یعنی کائنات کچھ بھی نہ بناتا ۔ یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ باعثِ تخلیق کائنات ہیں ۔ ہماری یا اہل سنت کی کس کتاب میں کن الفاظ پر مشتمل حدیث ہے، مستند یا غیر مستند؟

جواب: باسمہ سبحانہ: کسی بھی چیز کے وجود میں آنے کی چار علتیں ہوتی ہیں، جن کو علل اربعہ کہا جاتا ہے:

① علت مادی ② علت صوری
③ علت فاعلی ④ اور علت غائی

ہمارا عقیدہ ہے کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام علت غائی کائنات ہیں ۔ یعنی خداوند علیم و حکیم نے ان کی خاطر اور ان کی وجہ سے کائنات ارضی و سماوی کو پیدا کیا ہے، جیسا کہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں صراحت فرمائی ہے: "ان اللہ خلق الخلق لہ و لاھل بیتہ" کہ خدا نے تمام مخلوق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اہل بیتؑ کی خاطر پیدا فرمائی ہے ۔

اور اس موضوع کی صحت پر بہت سے عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں، جن کا ایک شمہ ہم نے "احسن الفوائد" میں بیان کیا ہے ۔ یہ حدیث جس کی طرف سوال میں اشارہ کیا گیا ہے، یعنی "لولاك لما خلقت الافلاك" اگرچہ مشہور بہت ہے مگر آج تک کسی شیعی یا سنی کتاب میں سند کے ساتھ نظر قاصر سے نہیں گزری ۔ اور شیخی فرقہ تو ان ذواتِ مقدسہ کو کائنات کی علل اربعہ جانتا ہے ۔ جیسا کہ احسائی نے "شرح الزیارۃ" میں صراحت کی ہے ۔ جو کہ سراسر کفر ہے ۔ اسکی تفصیل "اصول الشریعہ" میں دیکھی جاسکتی ہے ۔

سوال: (۱۵۵): حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا، اور باطل سے اجتناب نہیں کیا جاتا ۔ ان حالات میں ہر مومن کا فرض ہے کہ شہادت کے لیے تیار ہو جائے ۔ کیا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد مقصد حسینؑ پورا ہوا؟ کیا حق پر عمل اور باطل سے اجتناب ہونے لگا؟ نیز امام حسین علیہ السلام کے علاوہ دیگر ائمہ کا قیام نہ فرمانا اس وقت حق پر عمل ہونے اور باطل سے اجتناب کا مرہون منت تھا؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اگر بنظر تحقیق اس وقت کے حالات و کوائف کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے مذکورہ بالا کلمات ارشاد فرمائے اس وقت حق کو حق اور باطل کو

Presented By: https://jafrilibrary.com

باطل سمجھا ہی نہیں جا رہا تھا، بلکہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھا جا رہا تھا۔ یعنی حق و باطل کے پیمانے ہی بدل گئے تھے۔

لہٰذا امام عالی مقام علیہ السلام نے جام شہادت نوش کر کے قیامت تک حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کر دیا۔ لہٰذا اگر شہادت کے بعد اور دوسرے ائمہ اہل بیتؑ کے ادوار میں اگر حق پر پوری طرح عمل نہیں ہوا اور باطل سے مکمل طور پر اجتناب نہیں ہوا تو کم از کم حق و باطل کے پیمانے تو بحال ہو گئے۔ اور عامۃ الناس حق کو حق اور باطل کو باطل تو سمجھنے لگے۔ کائنات پر واضح و آشکار ہو گیا کہ حسینیت کیا ہے؟ اور یزیدیت کیا ہے؟ اور حق کیا ہے؟ اور باطل کیا ہے؟۔ اور یہی بات کسی بھی ہادی اور رہنما کی اپنے مقصد میں کامیابی کی بڑی دلیل ہے اور وجوب قیام کے ساقط ہونے کے لیے کافی ووافی ہے۔

سوال: (۱۵۶): عزاداری سیّد الشہداؑء نے ہی اسلام اور مذہب تشیع کا آج تک تحفظ کیا ہے، آپ کیا تبصرہ فرمائیں گے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ کہنا تو مبالغہ پر مبنی ہے کہ عزاداری سیّد الشہداؑء نے ہی اسلام اور مذہب شیعہ کا تحفظ کیا ہے۔ ہاں البتہ یہ کہنا صحیح ہے کہ مقصد شہادت حسینؑ یعنی دین اسلام، مذہب تشیع اور انسانیت کی بقا میں دوسرے عوامل کے علاوہ عزاداری سیّد الشہداؑء کا بڑا حصہ ہے۔ تاریخ اسلام کے تاریک ترین ادوار میں بھی اہل ایمان کا مجالس عزا کے نام پر جمع ہونا اور حقائق اسلام اور دقائق مذہب کا بیان کرنا اور مقصد شہادت حسینؑ کا تذکرہ کرنا اور اس مقصد پر عمل کرنے کا جذبہ اس بات نے احیاء اسلام و مذہب میں بڑا مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ دین اور اس کے قیام میں علماء اعلام کے حکم و بیان اور ان کی تصانیف و تالیفات اور اہل علم و ایمان کے امر بالمعروف اور نہی عن

المنکر کے اس سلسلہ میں مثبت کردار ادا کرنے کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس طرح ان شہیدانِ راہِ حق کی شہادتوں کے آثارِ خالدہ کا بھی انکار ممکن نہیں ہے جنھوں نے اپنی زندگیوں کے چراغ گل کرا کر بھی اسلام و ایمان کی شمع کو ہر حال میں روشن رکھا۔ جزاھم اللہ عن الحق و اھلہ خیر الجزاء۔

چہ خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند آں عاشقانِ پاک طینت را

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" جنوری، فروری ۲۰۱۰ء)

سوال: (۱۵۷): عزاداری کی مثالی شکل اور خد و خال کیا ہیں۔ اگر مروجہ رسومات جو علاقاتی روایات کی مرہون منت ہیں، یکسر عزاداری سے باہر نکال دی جائیں تو عزاداری کی کیا شکل و صورت رہ جائے گی؟ جو رسومات و روایات سے پاک ہو، اور خالصۃً عزاداری کہلا سکے؟ کیا ان رسومات سے اجتناب کر کے کوئی مومن عزادار کہلا سکتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: عزاداری کی مثالی شکل و صورت اور اس کے خد و خال وہی ہیں جو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک ائمہ اہل بیتؑ کے ادوار میں تھے۔ مثلاً مظلوم کربلا کی صف ماتم بچھائی جائے اور علاقہ کے اہل ایمان کو اطلاع دی جائے اور مقررہ وقت پر کوئی خطیب ان مظالم پر جو مظلوم کربلا پر حق کی خاطر ڈھائے گئے اور ظالموں کے ظلم کو بے نقاب کرے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ امام عالی مقام علیہ السلام کی شہادت کا مقصد بیان کرے اور جب یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے یہ سب کچھ دین اسلام کی بقاء اور امت محمدیہؐ کی فوز و فلاح کے لیے کیا ہے تو پھر دین اسلام کے اصول و فروع اور اس کی تعلیماتِ مقدسہ کا تذکرہ کیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

جائے ۔جس میں بقدرضرورت اہلِ بیتؑ کے فضائل اور ان کے دشمنان کے رذائل کا بھی تذکرہ کیا جائے اور سب سے بڑھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا جائے ۔

سیّد الشہداؑء علیہ السلام کی عزاداری غلط رسوم و قیود اور جاہلی ادوار کی روایات کی محتاج نہیں ہے ۔

اور اگر بعد والے ائمہ اور اہلِ ایمان عزادار حسینؑ کہلا سکتے تھے تو ہم کیوں نہیں کہلا سکتے ؟

ع حاجت مشاطہ نیت روئے دل آرام را

ہاں البتہ اگر عزادارانِ حسینؑ اگر جلوس نکالیں جس میں عزاداروں کا سادہ طرز میں مظلوم کربلا کے مصائب اور ظالموں کے ظلم کا تذکرہ کیا جائے ، عامۃ الناس اور جلوس کو دیکھنے والے لوگ ظالم سے نفرت کریں اور مظلوم سے الفت تو یہ بات مقصد عزاداری کے لیے سونے پر سہاگے کا کام دے سکتی ہے ۔ بشرطیکہ اس جلوس میں کسی منکر اور خلافِ شرع کام کا ارتکاب نہ کیا جائے ۔مثلاً خواتین شامل نہ ہوں ، اور اگر ہوں تو باپردہ ہوں ، نماز یا کسی دوسرے رکن دین کو ضائع نہ کیا جائے ۔

بلکہ جب اور جہاں نماز کا وقت فضیلت داخل ہوجائے تو وہیں جلوس روک کر کربلا والوں کی تقلید و تاسی میں نماز ادا کی جائے ۔تاکہ عزاداری کی تاثیر دوبالا ہوجائے ۔اور حق کا بولا بالا اور باطل کا منہ ہمیشہ کے لیے کالا ہوجائے ۔

نوٹ: اور اگر بعد مکانی و زمانی کی وجہ سے عزادار کوئی شبیہ بنانا چاہیں جیسے روضہ سیّد الشہداؑء کی شبیہ اور سرکار وفا کے علم کی شبیہ جو بے جان کی بے جان تصویر ہونے

یا سرکار امام عالی مقامؑ کے گھوڑے کی شبیہ ذوالجناح جو جاندار کی جاندار شبیہ ہونے کی بنا پر بنانا جائز ہے تو بنا سکتے ہیں ، تاکہ واقعہ کربلا کو تمثیلی شکل میں پیش کیا جا سکے ، بشرطیکہ ان پر کوئی حرام کام نہ کیا جائے ، جیسے سجدہ یا چڑھاوے اور منت وغیرہ وغیرہ اور اگر سادہ ماتم کرلیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔

سوال: (۱۵۸): توکل کا صحیح مقام اور تعریف کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: توکل کا صحیح مفہوم سمجھنے میں اکثر لوگوں نے ہمیشہ ٹھوکر کھائی ہے ۔اکثر عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کا مطلب یہ کہ آدمی کسی مقصد کے حصول کے لیے کوئی عملی جدوجہد نہ کرے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور خدا پر بھروسا کرے ۔ جب کہ یہ بات غلط ہے ۔ یہ عالم اسباب ہے ۔ ہر چیز سبب و مسبّب کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے ۔

لہٰذا جب آدمی کوئی مقصد حاصل کرنا چاہے تو اس کے حصول کے جو اسباب ہیں ان کو فراہم کرے ۔مگر ان کو کامیابی کی کلید نہ سمجھے ، بلکہ اپنے خالق و مالک پر بھروسا کرے کہ اگر اس کو منظور ہوا تو اسباب اپنا اثر دکھائیں گے ۔ ورنہ سب کچھ دھرا کا دھرا رہ جائے گا ۔ پس جد و جہد کرنے اور نتیجہ خدا کے حوالے کرنے کا نام توکل ہے ۔"فعلی اللہ فلیتوکل المومنون" مومنوں کو اپنے اللہ پر توکل و انحصار کرنا چاہیے ۔ونعم ما قیل:

؎ گفت پیغمبر بآوازِ بلند بر توکّل زانوئے اشتر ببند

سوال: (۱۵۹): اور اے فضیل ! کیا تم لوگ ہمارے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر مجالس برپا کرتے ہو؟ ہاں مولا ! ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں ۔ہم ایسی مجالس برپا کرتے ہیں ۔امامؑ نے فرمایا: ہم ایسی مجالس سے محبت کرتے ہیں ۔ ہمارے امر کو زندہ کرو ۔ خدا اس پر رحم فرمائے جو ہمارے امر کو

Presented By: https://jafrilibrary.com

زندہ کرے ۔ جو شخص ایسی مجالس میں بیٹھے گا کہ جہاں اس امر کا احیاء ہوتا ہو تو اس کا دل قیامت کے دن زندہ ہوگا، جب کہ ہر دل اس روز مردہ ہوگا ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس امر ائمہ سے کیا مراد ہے" جو کہ محتاجِ احیاء ہے؟ عرب کے لوگ دور جاہلیت میں بھی امر سے مراد حکومت اور سیادت لیتے تھے اور خود پیغمبرؐ بھی امر سے مراد حکومت اور سیادت لیتے تھے ۔عرف عام میں بھی مسلمانوں کے یہاں امر سے مراد حکومت کے ہی معنی لیے جاتے رہے ہیں ۔حضورؐ نے دعوتِ ذوالعشیر ہ میں بھی امر سے مراد حکومت اور حضرت علیؑ کو اپنے بعد وصی و خلیفہ قرار دیا ہے ۔جس سے مراد حکومت ہی تھا ۔حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۳ میں فرمایا: امر (خلافت) کے لیے جب میں نے قیام کیا تو ایک گروہ نے بیعت کو توڑ ڈالا اور دوسرے منحرف ہو گئے ۔خطبہ نمبر ۳ میں خطبہ دیا کہ ایک شخص نے کہا کہ تم امر حکومت (خلافت) پر بہت حریص ہو ۔میں تمہارے مقابلے میں کہیں زیادہ حق دار ہوں ۔

مشرکین، مسلمین، مومنین، اور حضورؐ، امیر المومنینؑ سب کے سب امر سے مراد سیادت و خلافت اور حکومت لیتے تھے ۔خود قرآن میں امر سے مراد حکومت لیا ہے ۔سورۃ نساء آیت ۵۹: اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں سے جو صاحبانِ امر (حکومت) ہوں، ان کی اطاعت کرو ۔

حضرت امام حسینؑ کے خطبات اور ارشادات سے اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے اور یزید کے خلاف امام کے قیام کے مقصد و ہدف پر گہری نظر ڈالی جائے تو بھی یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ آپ کے قیام کا بھی مقصد اس امر خلافت سے تعلق رکھتا تھا ۔تا کہ حکومت الٰہیہ کہ جس کی بنیاد پیغمبر اسلامؐ ڈال کر گئے تھے وہ غاصب اور نااہل لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر اپنے صحیح اور

اہل مرکز کی طرف پلٹ آئے ۔(حوالہ عزاداری کیوں؟) آپ ہر پہلو پر جامع تبصرہ اور جواب سے نوازیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ سارا مضمون غلط ہے ۔کیونکہ اس پورے مضمون کی عمارت کا سنگ بنیاد ہی غلط ہے ۔لہٰذا بموجب:

؎ خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

جاہلیت کے دور میں امر سے کیا مراد لی جاتی تھی؟ اس پر تو کوئی جاہلی دور کا آدمی ہی روشنی ڈال سکتا ہے ۔مگر جہاں تک قرآن اور سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فرمان کا تعلق ہے، تو بلا اشکال اس سے مراد دین اسلام، مذہب حق ہی مراد ہے ۔مثلاً پہلی حدیث جس میں امام ثامن ضامن کا فضیل سے یہ فرمانا مذکور ہے کہ اے فضیل! کیا تم آپس میں مل بیٹھ کر ہماری احادیث کا تذکرہ کرتے ہو؟ راوی نے عرض کیا: ہاں مولا! فرمایا: میں ایسی مجالس کو پسند کرتا ہوں ۔پھر فرمایا: خدا اس شخص پر رحم فرمائے جو ہمارے امر یعنی ہمارے دین و مذہب کو زندہ کرے ۔ (بحار الانوار وغیرہ)

ظاہر ہے کہ ان مجالس اور اس میں تذکرۂ احادیث کا حکومت اور سیادت سے کیا تعلق ہے؟ اس طرح دعوت ذوالعشیر ہ کے موقع پر حضرت رسولِ خداؐ نے جو یہ فرمایا تھا کہ کون ہے جو اس امر یعنی اس دین کی نشر و اشاعت میں میرا ہاتھ بٹائے؟ جو دین میں لایا ہوں (جس کا تذکرہ ابھی ابھی فرما چکے تھے) اس طرح حضرت امیر علیہ السلام کے خطبوں میں بھی اس امر سے مراد خلافت ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ خلافت سے مراد پیغمبر اسلامؐ کی نیابت ہے اور کسی نبی کے لیے حکومت کا ہونا شرط نہیں ہے، ورنہ اکثر انبیاء کی نبوت کا بھی انکار کرنا پڑے گا ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور ظاہر ہے کہ کسی بھی نبی و رسول کا حقیقی کام دین کا ابلاغ ہی ہوتا ہے ۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (سورۃ النساء:۱۶۵)

اور جہاں تک آیت اولی الامر کا تعلق ہے اس میں امر سے مراد حکومت لے کر تو مذہب حق کا جنازہ نکالنے کی کوشش کی گئی ہے ۔یہی بات تو مخالفین کہتے ہیں کہ چونکہ اولی الامر سے مراد حکام وقت ہیں ۔اور چونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے وقت میں اقتدار اور تمام زمام حکومت یزید کے پاس تھی ۔

لہٰذا امام حسین علیہ السلام پر یزید کی اطاعت لازم تھی (العیاذ باللہ) اور ظاہر ہے کہ یہ حکومت صرف پونے پانچ سال حضرت امیر علیہ السلام کو ملی یا پھر چھ ماہ تک حضرت امام حسن علیہ السلام کو حاصل ہوئی اور باقی دس امام اس سے محروم رہے ۔تو کیا وہ اولی الامر کے مصداق نہ تھے؟ (العیاذ باللہ)

ہاں البتہ ظاہری حکومت اور اقتدار حاصل ہو جائے تو وہ دین و مذہب کو قائم کرنے اور احکام شریعت نافذ کرنے کا ایک ذریعہ ضرور ہے ۔مگر اصل ہدف اور مقصد نہیں ہے ۔

جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام ایک خطبہ میں فرماتے ہیں: اگر اس حکومت سے میرا مقصد حق کا قائم کرنا اور باطل کا مٹانا نہ ہوتا تو میں ناقۂ خلافت کی مہار اس کی کوہان پر ڈال دیتا کہ جہاں اس کا جی چاہے چلی جائے ۔ (نہج البلاغہ)

(ماہنامہ "دقائق اسلام" مارچ ۲۰۱۰ء)

سوال: (۱۶۰): حضرت امام حسین علیہ السلام کا مقصد شہادت کیا تھا؟ کیا ان کا مقصد حکومت پر قبضہ کرنا تھا؟ کیا امام حسین علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ بلادِ

Presented By: https://jafrilibrary.com

اسلامی خصوصاً عراق اور کوفہ پر حکومت کریں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: "بارہا گفتہ ام و بار دگر می گویم" کہ کچھ عرصہ سے خلافت نبویہ کو جس نہج پر چلایا جا رہا تھا اس نے بتدریج قیصر و کسریٰ کی ملوکیت کی شکل و صورت اختیار کر لی تھی ۔اب کھلے بندوں حکام اسلام احکام اسلام کی مخالفت کرتے تھے اور ان کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا ۔عبادت و اطاعت میں شب زندہ داری کی جگہ راتیں داد عیش و عشرت دینے میں گزاری جاتی تھیں ۔پانی کی بجائے اب دور جام و سبو چلتا تھا ۔محرمات ابدیہ سے اب جنسی خواہش کی تسکین جائز سمجھی جاتی تھی اور نام نہاد حکام اسلام کے ان کافرانہ افعال کو عین اسلام قرار دیا جاتا تھا ۔

ظاہر ہے کہ ان حالات میں اگر نواسۂ رسولؐ اور جگر گوشۂ بتولؑ حسینؑ بن علیؑ خاموش تماشائی بن کر ان حالات کو دیکھتے رہتے، یا یزید عنید کی بیعت کر لیتے تو پھر اس کے کافرانہ و ملحدانہ خیالات و حالات پر مہر تصدیق ثبت ہو جاتی ۔ایسے حالات میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید کا انکار کر کے اور شہادت کا راستہ اختیار کر کے تمام عالم پر اس حقیقت کو آشکار کر دیا کہ اسلام اور ہے اور موجودہ مسلمانوں کا بالخصوص ان کے حکمرانوں اور بالاخص یزید پلید کا کردار اور ہے ۔

اس طرح امام عالی مقام علیہ السلام نے جام شہادت پی کر قیامت تک اسلام کو ایک زندۂ جاوید حقیقت بنا دیا اور یزید کے کافرانہ افعال و اعمال کو بے نقاب کر دیا ۔اس موضوع کی باقی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب "سعادت الدارین" کے بارھویں باب کا مطالعہ کریں ۔

سوال: (۱۶۱): جہاں سے آیا ہوں مجھے واپس جانے دو اور اگر یہ منظور نہیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے تو مجھے کسی اور سرحد میں جانے دو ۔ (امام حسینؑ)

جب قیام کا مقصد تحفظ اسلام تھا تو اپنے قیام کے مقصد سے دست بردار کیوں ہوئے؟ جب مدبرین آپ کو حالات سے آگاہ کرتے تو آپ خاموش رہتے یا شہادت کی خبر دیتے ۔ اب واپسی کا مطالبہ کیوں؟ آپ کو جناب مسلم اور ہانی کی شہادت کی خبر مل چکی تھی ۔ آپ اپنی شہادت اور خواتین کی اسیری کی خبریں دیتے رہے ۔ پھر اب یہاں پہنچ کر کسی سرحد پر جانے کا مطالبہ کیوں؟ اور ابن سعد سے جنگ کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرنے کے لیے مذاکرات کیوں؟ اگر مقصد قیام حکومت الٰہیہ کا قیام تھا، نہ یزید تخت سے اترا، نہ امام تخت نشین ہوئے ...... ظاہری اسباب عنقا ہیں ۔ بچے اور عورتیں ہمراہ ہیں ۔ پھر یہ منصوبہ بندی کن محرکات کی مرہون منت ہے؟

ان سوالات کے جوابات ارشاد فرمائیں، تاکہ پورے پاکستان میں "دقائق اسلام" کے ذریعے سے وضاحت اور اصلی شکل سامنے آجائے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: مقصد شہادت کی اوپر سوال نمبر ۱۶۰ کے جواب میں کما حقہٗ وضاحت کر دی گئی ہے، اور جہاں تک امام حسین علیہ السلام کے کسی سرحد کی طرف جانے کی خواہش کا تعلق ہے تو میں نے "سعادۃ الدارین" کے بیسویں باب میں اس کا بے بنیاد ہونا اور اس کا خلافِ درایت و روایت ہونا ثابت کیا ہے ۔ یہی وہ امام حسینؑ ہیں جنھوں نے روزِ عاشوراء فرمایا تھا کہ: "الا ان الدعی بن الدعی قد رکزبین اثنتین بین السلة والذلة"...... کہ حرام زادہ بن حرام زادہ نے مجھے دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے ۔ موت یا ذلت ...... تو ہم شریفانہ موت کو کمینوں کی اطاعت پر ترجیح دیں گے ۔ (تاریخ طبری و کامل)

Presented By: https://jafrilibrary.com

عقبہ بن سمعان واقعہ نویس کربلا کا بیان ہے کہ میں حضرت امامؑ کے مدینہ چھوڑنے کے وقت سے لے کر ان کی شہادت کے وقت تک آپ کے ہمراہ رہا ۔ اس پورے سفر و حضر میں امامؑ کی زبان حق ترجمان سے کبھی وہ جملہ نہیں سنا جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ امامؑ نے واپسی کا مطالبہ کیا تھا، یا کسی سرحد کی طرف جانے کا تقاضا کیا تھا یا بیعت یزید کرنے کی خواہش کا اِظہار کیا تھا ۔

(تاریخ طبری)

یہ ابن سعد ملعون کی تہمت تراشی ہے یا اس کے ہمنواؤں کی الزام سازی ہے، ورنہ امام علیہ السلام اوّل سے آخر تک اپنے مقصد قیام اور اپنے موقف پر چٹان کی طرح ڈٹے رہے ۔ یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش فرمایا ۔

بقول مولانا ظفر علی خان حضرت امام عالی مقامؑ نے گردن کٹوا کر اور نوکِ نیزہ پر بلند کروا کر اہلِ عالم کو یہ غیورانہ پیغام دیا کہ:

؎ چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نوکِ سنان پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

سوال: (۱۶۲): علماء اصول دین اور اعتقادی مسائل میں یہ کہتے ہیں کہ اصولِ دین و عقائد میں تقلید صحیح نہیں ہے، بلکہ تحقیق ہونا چاہیے اور فروعِ دین میں تقلید ہوسکتی ہے ۔ جب کہ قرآن، احادیث اور عقل تقلید کو چاہے وہ اصول میں ہو یا فروع میں مذموم قرار دیتے ہیں اور تحقیق کو ضروری قرار دیتے ہیں ۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ علماء اصولِ دین میں تقلید ناجائز اور فروعِ دین میں ضروری قرار دیتے ہیں، اس کی کیا توجیہ ہے، یا دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اصول کے اعتقاد رکھنے اور فروع پر عمل کرنے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اصول میں عقیدہ رکھا جاتا ہے اور عقیدہ میں یقین لازم ہوتا

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے اور یقین دلیل و برہان سے حاصل ہوتا ہے۔ اور فروع دین میں چونکہ یقین کی بجائے وہ ظن کافی ہے جو شرعاً معتبر ہے۔ لہٰذا وہاں دلیل کو لازم قرار نہیں دیا گیا۔

علاوہ بریں یہ کہنا کہ قرآن وسنت اور عقل میں تقلید کی مذمت کی گئی ہے، یہ بات علیٰ الاطلاق درست نہیں ہے، بلکہ جس تقلید کی مذمت کی گئی ہے وہ کورکورانہ تقلید ہے۔ جس طرح کفار ومشرکین حق وحقیقت کے بالمقابل اپنے آباء واجداد کی کورکورانہ تقلید کا سہارا لیتے تھے۔ ورنہ پورے عالم انسانیت کا نظام آسیائے تقلید کی کِلّی کے اِردگرد گھوم رہا ہے۔ علاج کرانا ہو تو اچھے ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور پھر اس کی تشخیص و تجویز پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتے ہیں۔ مقدمہ لڑنا ہو تو اچھے وکیل کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور پھر اس کی ہدایات کے مطابق بلا چوں و چراں عمل کرتے ہیں۔ اور اگر مکان بنوانا ہو تو اچھے کاریگر کی خدمات حاصل کرتے ہیں اور اس کے تجویز کردہ نقشہ کے مطابق عمارت کھڑی کرتے ہیں۔

اسی طرح بلا تشبیہ دینی مسائل معلوم کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے پہلے ایک جامع الشرائط مجتہد کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ عالم اللہ کے قرآن اور چہاردہ معصومینؑ کے فرمان کے سوا اور کوئی فتویٰ نہیں دیتے۔ لہٰذا ہر مسئلہ پر اس سے دلیل کا مطالبہ کیے بغیر اس کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔ یہ وہ عقلائی طریقہ کار ہے جس کے انکار کرنے کی کوئی سلیم الفطرت اور صحیح العقل انسان جرأت نہیں کر سکتا۔

ارشادِ قدرت ہے: "فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" جس چیز کا تمھیں علم نہیں ہے اس کے بارے میں اہل ذکر سے سوال کرو۔ "فطرة الله التي فطر الناس عليها" یہ دین فطرت ہے اور یہ ہے فطرت کا تقاضا۔

ع اس کے سوا جو کچھ بھی ہے مایۂ وہم و خیال ہے

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" اپریل ۲۰۱۰ء)

سوال: (۱۶۳): دنیا اکثر و بیشتر اپنے اصول دین اور اعتقادات میں تقلید پر ہی اکتفا کرتے ہیں، جو اعتقادات کے بارے میں دلیل و برہان پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ اصولِ دین میں تقلید جائز نہیں ہے، تو کیا ان سب کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا، یا تقلید سے حاصل کیا ہوا اعتقاد ان کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: چونکہ بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ دلیل و برہان سے علم و یقین حاصل ہوتا ہے (جو کہ اصولِ دین میں درکار ہے) اور تقلید سے صرف ظن حاصل ہوتا ہے (جو کہ اصولِ عقائد میں کافی نہیں ہے) مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شکی مزاج شخص کو دلیل و برہان سے بھی یقین حاصل نہیں ہوتا۔ جب کہ ایک سادہ لوح شخص کو صرف تقلید سے ایسا علم و یقین حاصل ہو جاتا ہے جو کسی مشکک کی تشکیک سے بھی زائل نہیں ہوتا ہے۔

جیسا کہ اہل علم میں مشہور ہے کہ ایک بار محقق طوسی سفر کرتے ہوئے ایک دہقان کے پاس سے گزرے جو بیلچہ لے کر کام کر رہا تھا۔ آپ نے اس دیہاتی سے پوچھا کہ آیا خدا موجود ہے؟ اس نے بڑے جوش و جذبہ سے جواب دیا: بے شک (موجود ہے) محقق طوسی نے فرمایا: اور اگر کوئی یہ کہے کہ خدا موجود نہیں ہے تو تُو کیا کرے گا؟ اس نے کہا کہ پھر میں یہ بیلچہ اس کے سر پر مار کر اس کا کام تمام کر دوں گا۔

یہ سن کر محقق طوسی نے فرمایا: یقین کی جس منزل پر یہ دہقان فائز ہے وہ تو ہمیں بھی حاصل نہیں ہے۔ بنا بریں ایسے لوگوں کے اسلام و ایمان میں کیا کلام

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوسکتا ہے ۔اور اگر علمی اِصطلاح میں گفتگو کی جائے تو یوں کہا جائے گا کہ دلائل و براہین کو طریقی حیثیت حاصل ہے، ان کو موضوعی حیثیت حاصل نہیں ہے ۔ یعنی اصل مقصد علم و یقین کا حاصل کرنا ہے ۔ وہ جہاں سے اور جس طرح بھی حاصل ہوجائے ۔ واللہ الموفق ۔

سوال: (۱۶۴): کیا اسلام و مسلمین کے موجودہ فرقوں کے پاس موجودہ عقائد من وعن اول اسلام سے تھے یا حوادث و واقعات اور وقت گزرنے کے ساتھ بعض عقائد ختم اور بعض عقائد کا اضافہ ہوا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اوائل اسلام میں جب اسلام ایک تھا، اس کا بنانے والا (خدا) ایک، لانے والا (مصطفیٰؐ) ایک، اور اس کے پھیلانے اور بچانے والے گو تعداد میں بارہ تھے مگر ان کا قول بھی ایک اور عمل بھی ایک ۔ لہٰذا اس کے اصول و فروع اور قواعد و ضوابط بھی ایک تھے ۔

ہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد جب اہلِ اسلام نے وہ دروازہ بھلا دیا جو آپ اپنے حین حیات میں ان کو دکھا کے گئے تھے، اور ان کا دامن چھوڑ دیا جن کا دامن آپ اپنی امت کے ہاتھوں میں تھما کے گئے تھے، تب وہ مختلف فرق و مسالک میں تقسیم ہوگئے ۔ بقول شاعر:

ے و تشعبت شعبا فکل جزیرۃ
فیہا امیر المومنین و منبر

اس وقت سے بعض اصلی عقائد و مسائل متروک ہوگئے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ نئے نئے فرقے بھی وجود میں آگئے اور نئے نئے عقائد و مسائل نے بھی جنم لیا ۔ اور یہ بات عیاں راچہ بیاں کی مصداق ہے ۔ جناب مولانا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "علم الکلام" میں اس کی وضاحت کی ہے ۔

اور اب رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اسلام ایک تھا مگر تعبیریں تہتر (۷۳) ہیں ۔ قرآن ایک تھا مگر تفسیر میں (۷۳) تہتر ہیں ۔ لہٰذا اصلی اور نقلی اور رسمی اسلام میں امتیاز کرنا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل ہوگیا ہے ۔

سوال: (۱۶۵): ہمارے ہاں لوگ کہتے تو یہ ہیں کہ عقائد میں تحقیق و جستجو اور اجتہاد ناگزیر ہے مگر جن لوگوں نے عقائد پر کتابیں لکھی ہیں انھیں بے چون و چرا مِن وعن قبول کرتے ہیں ۔ کبھی اثناء بحث میں شیخ مفید کا حوالہ دیتے ہیں اور کبھی شیخ صدوق کا اور کبھی علامہ حلی کا ۔ جب کہ یہ مجتہدین خود عقائد میں تقلید کو حرام قرار دیتے ہیں ۔ مقصد بحث یہ ہے کہ جیسا کہ زاویۂ ارشادی میں بیان ہوا ، علماء سے ہدایت و راہنمائی لینی چاہیے ۔ اس کے بعد اپنی عقل استعمال کرتے ہوئے کوئی عقیدہ اور نظریہ قائم کرنا چاہیے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: علماء اعلام اپنی (علم الکلام پر لکھی جانے والی) کتابوں میں جب عقائد اسلامیہ اور نظریات ایمانیہ پر بحث کرتے ہیں تو وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے کلام (قرآن) سے استدلال کرتے ہیں تفسیر اہلِ بیتؑ کی روشنی میں ۔ بعد ازاں سرکار محمدؐ و آل محمدؐ کے فرامین سے استدلال کرتے ہیں ۔ پھر علماء اعلام کے فرمان سے استدلال کرتے ہیں اور سب کے آخر میں قرآن، چودہ معصومینؑ کے فرمان اور علماء اعلام کے کلام سے جو کچھ حاصل کیا ہے اس کی صحت و صداقت پر عقلی برہان قائم کرتے ہیں ۔

ہاں اس دوران وہ کبھی کبھار کسی بزرگ عالم دین جیسے حضرت شیخ صدوق یا حضرت شیخ مفید یا حضرت علامہ حلی وامثالہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کلام حق ترجمان کا حوالہ بھی دیتے ہیں، تو اسے تائید کہتے ہیں، نہ کہ تقلید ۔ تاکہ کوئی کوتاہ اندیش ان پر یہ الزام عائد نہ کرے کہ وہ اس نظریہ میں منفرد ہیں ۔ تو وہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس توہم کے ازالہ کے لیے کسی بزرگ عالم کے کلام کا حوالہ دے دیتے ہیں، تاکہ ان پر انفرادیت کا الزام عائد نہ ہو، بلکہ ثابت ہوجائے کہ:

ع متفق گردید رائے بو علی با رائے من

ع اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

سوال: (۱۶۶): کچھ لوگ اپنے اور بڑے کاموں کی انجام دہی کے لیے یہاں تک کہ سفر کرنے کے لیے بھی اچھے اور بُرے وقت نیک و بد دن کی تلاش میں رہتے ہیں اور قمر در عقرب کے چکر میں پڑے رہتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اصل حقیقت قرآن وحدیث سے بیان فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: سعد ونحس ایام اور نیک و بد ساعات کی بحث قدیم الایام سے جاری وساری ہے، اور قرآن وسنت سے بھی ایام کے سعد ونحس ہونے کا تصور اجاگر ہوتا ہے۔ اسی طرح قمر در عقرب میں عقد وازدواج کی مذمت میں بعض اخبار وآثار ملتے ہیں۔ اور بعض آیات واحادیث سے اور حالات وواقعات سے اس بات کی مذمت واضح ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں علماء کبار کے انظار میں بھی قدرے اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض علماء کرام ان چیزوں کو قدرے اہمیت دیتے ہیں اور بعض بالکل اہمیت نہیں دیتے۔ میں نے بھی اس موضوع پر "اِصلاح الرسوم" میں اور اپنے بعض مضامین میں تبصرہ کیا ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ اگر آدمی فارغ ہو اور کسی قسم کی کوئی جلدی نہ ہو تو اگر وہ ان چیزوں کا لحاظ رکھے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مگر ان چیزوں کو اس قدر اہمیت بھی نہیں دینی چاہیے کہ ان کی وجہ سے

اہم اور ضروری کاموں کو ملتوی کر دیا جائے یا مقررہ وقت سے مؤخر کر دیا جائے۔ دن سعد ہو یا نحس اور ساعت نیک ہو یا بد اور کوئی ضروری کام کرنا ہو تو ضرور کرے اور مزعومہ نحوست کے آثارِ بد سے بچنے کے لیے دو چیزیں موجود ہیں۔ ایک دعا اور دوسرا صدقہ۔

خلاصہ یہ کہ دن سعد ہو یا نحس اور ساعت نیک ہو یا بد، جب کوئی ضروری کام انجام دینا ہو تو بس دعا کر لی جائے اور صدقہ دے دیا جائے۔ اور بعد ازاں خدا پر توکل وبھروسا کر کے بصد شوق وہ کام انجام دیا جائے۔

اور بعض خشک تقدس مآبوں کی طرح نہ کیا جائے کہ عام لوگ چاند پر جا کر واپس بھی آ جائیں اور یہ جنتری کھول کر گھر میں بیٹھا رہے کہ آج دن سعد نہیں ہے اور آج ساعت نیک نہیں ہے۔ البتہ جب قمر در عقرب ہو تو عقدِ نکاح کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

سوال: (۱۶۷): حضرت عیسیٰؑ فلسطین میں پیدا ہوئے، پھر ان کی والدہ کا جناب عیسیٰؑ کی پیدائش کے لیے کعبہ سے ہٹائے جانے اور حضرت علیؑ کی والدہ کے لیے دیوارِ کعبہ کے شق ہونے کا اصل واقعہ کیا ہے۔ ہر دو پر روشنی ڈالیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ان واقعات کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ جب جناب عیسیٰؑ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ان کی والدہ ماجدہ خانہ خدا (بیت المقدس) کا طواف کر رہی تھیں، چاہا کہ وہیں جناب عیسیٰؑ کو جنم دیں۔ مگر ہاتف غیبی کی آواز آئی: "یا مریم اخرجی ھذا محل العبادۃ لا مقام الولادۃ" اے مریم! یہاں سے نکل جائیں۔ یہ جگہ عبادت کے لیے ہے ولادت کے لیے نہیں ہے۔ اور جب جناب علیؑ کی ولادت قریب ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ خانۂ خدا (کعبہ) کا طواف کر رہی تھیں۔ لہٰذا پریشان ہوئیں کہ بچہ کو کہاں جنم دیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس وقت خدائے قدیر نے دیوار کعبہ شق کر کے ہاتف غیبی کے ذریعہ سے آواز دی: "یافاطمۃ ادخلی" کہ اے فاطمہ اندر داخل ہو جائیں۔

(انوارِ نعمانیہ از علامہ محدث جزائری)

چنانچہ آپ اندر تشریف لے گئیں اور اپنے فرزند گرامی حضرت امیرؑ کو جنم دیا۔ و لنعم ما قیل:

ے کسے را میسر نہ شد این سعادت بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

ذالك فضل الله یوتیه من یشاء

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" مئی ۲۰۱۰ء)

سوال: (۱۶۸): قرآن کریم کی سورہ مبارکہ مائدہ آیت نمبر ۵۱ میں ارشادِ قدرت ہے: "اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ یہ آپس میں رفیق ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انھیں میں ہوگا"۔ اور سورۂ مائدہ آیت نمبر ۸۲ میں ارشادِ قدرت ہے کہ "تم اہلِ ایمان کے لیے دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں"۔ ان دونوں آیات ۵۱ اور ۸۲ میں تضاد نظر آتا ہے۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: قرآن مجید کی یہ صفت ہے کہ اس میں اختلاف اور تضاد کا کوئی نام ونشان نہیں ہے اور اس کے کلام اللہ ہونے کی یہ ہی ایک دلیل ہے، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "و لو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیرا" (القرآن) اگر یہ قرآن غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں لوگ بہت اِختلاف پاتے۔

لہٰذا نہ قرآن میں کوئی اختلاف ہے اور نہ سورۂ مائدہ کی ان دونوں

آیتوں میں کوئی تضاد ہے۔ بلکہ اس کا مورد و محل الگ الگ ہے۔ یعنی آیت ۵۱ میں یہ شرعی حکم بیان کیا گیا ہے کہ اہلِ ایمان کو چاہیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور دوستی کریں جس طرح یہود و نصاریٰ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

لہٰذا ایک اہلِ ایمان کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ اہلِ ایمان کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کو جگری دوست بنائے۔ اور اپنے خصوصی راز و نیاز ان کو بتائے۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اور آیت نمبر ۸۲ میں صرف ایک زمینی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ گو یہود و نصاریٰ ہیں تو دونوں مسلمانوں کے دشمن مگر یہود کی نسبت نصاریٰ قدرے مسلمانوں کے قریب ہیں۔ اور چودہ سو سال کی اِسلامی تاریخ بھی اس بات کی گواہی دے رہی ہے۔ "کما لا یخفی علیٰ من جال خلال تلك الدیار"۔ لہٰذا وہ شرعی حکم اپنی جگہ اور یہ زمینی حقیقت اپنی جگہ۔ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

سوال: (۱۶۹): دین پر عمل کرنے کے لیے جزم و یقین شرط ہے۔ لیکن مجتہدین کے عملیہ رسالوں میں بہت سے مسائل میں احتیاط پر عمل کرنے کا حکم ملتا ہے۔ پس جب خود مجتہد جزم و یقین کی منزل پر فائز نہیں ہے تو ہم کس طرح جزم پیدا کر سکتے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: دو چیزوں میں جزم و یقین شرط ہے۔ ایک دین کے برحق ہونے میں کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ دوسرے اس کے اصول و عقائد میں (جیسا کہ قبل ازیں اس بات کی کئی بار وضاحت کی جا چکی ہے) اور جہاں تک فروع دین کا تعلق ہے ان میں جزم و یقین کی قطعاً کوئی شرط نہیں ہے۔ بلکہ بالاتفاق یہاں ظن بھی کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر فروعی احکام ظنی

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہیں ۔ اور احتیاط طریق نجات ہے ۔ اس پر عمل کرنے سے آدمی کو اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا یقین حاصل ہوجاتا ہے ۔ اسی لیے حدیث میں وارد ہے: "اخوك دينك فاحتط لدينك" کہ دین تمہارا بھائی ہے ۔ لہٰذا اس میں احتیاط پر عمل کرو ۔

سوال: (۱۷۰): تفسیر بالرائے کی تعریف کیا ہوگی؟ کیا محمدؐ و آلِ محمدؐ کی احادیث کے علاوہ قرآں مجید کی تشریح و توضیح تفسیر بالرائے میں شمار ہوگی؟ اس طرح تو جمود ہوگا، اور قرآن نت نئے تقاضوں اور وضاحتوں سے قاصر رہے گا ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: قرآن مجید نہ اس قدر آسان ہے کہ جس کے سمجھنے سمجھانے کے لیے ہمیں کسی معلم ربّانی کی بھی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہر وہ شخص جو عربی زبان کی کچھ شد بد رکھتا ہو وہ قرآن کے تمام مطالب و معانی کو سمجھ سکتا ہے ۔ اور نہ اس قدر مشکل اور معمہ ہے کہ عوام کے لیے بالکل ناقابلِ فہم کتاب ہے ۔

اسلام چونکہ ہر بات میں اعتدال کا قائل ہے، لہٰذا وہ یہاں بھی اعتدال کا قائل ہے ۔ اس لیے وہ پڑھے لکھے لوگوں کو تامل و تفکر اور تدبر فی القرآن کی دعوت دیتا ہے کہ قرآن مجید میں تدبر کریں ۔ سیاق و سباق پر نظر کریں، اس کے معانی و مفاہیم اور ظواہر الفاظ میں تفکر کریں اور استنباطِ احکام میں تامل کریں ۔

ہاں البتہ یہ بات الگ ہے کہ تدبر فی القرآن کرتے وقت سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے ارشادات کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے ۔ کیونکہ قرآن ان کے گھروں میں نازل ہوا ہے ۔ اور وہی اس کے حقیقی مخاطب ہیں ۔ "و اهل البيت ادرىٰ بما فى البيت" یہی وہ ذواتِ قادسہ ہیں جو قرآن کے ظاہر و باطن اور اس کے حقیقی اسرار و رموز سے آگاہ ہیں ۔

بہرحال تفسیر بالرائے جو شرعاً ممنوع ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن و سنت کے خلاف کوئی نظریہ قائم کرے اور پھر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے قرآن و سنت کو توڑ مروڑ کر اس سے اپنے فاسد نظریہ کی تائید کرے ۔ یعنی بقولِ اقبال:

؎ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ورنہ جدید مسائل پر جدید علوم کی روشنی میں قرآن میں تدبر کرنا اور اس سے ان مسائل کا صحیح عقلی و شرعی حل نکالنا ممنوع نہیں ہے، بلکہ مرغوب امر ہے ۔

سوال: (۱۷۱): تہتر فرقوں والی حدیث کا ایک فرقہ کا ناجی ہونا اور باقی کا باوجود اللہ، انبیاء، و رسل، قرآن، سابقہ کتب، فرشتوں، برزخ اور جنت و دوزخ پر ایمان لانے کے جہنم میں جلنا اور اسلام کا ان کو فائدہ نہ پہنچانا، اس کی وضاحت کیا ہے؟ کیا یہ حدیث مستند ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس حدیث کی صحت اور سند کے مستند ہونے کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ اسلام کے تہتر فرقے باوجود اپنے اِختلافات کے اس کی صحت پر متفق نظر آتے ہیں اور مختلف فرق و مسالک کی کتابوں میں موجود ہے ۔

اور ایک کے سوا باقی کے جہنمی ہونے کی وجہ بڑی واضح ہے کہ وہ دین اسلام جو خالق کائنات نے بنایا، اور جسے پیغمبر اسلامؐ نے تیئیس سال کی طویل و عریض مدت میں ہزاروں رنج و محن برداشت کر کے من و عن لوگوں تک پہنچایا، وہ اسلام ایک تھا ۔ مگر لوگوں کی بدبختی سے ایک اسلام کے تہتر اسلام، اور ایک قرآن کی تہتر تفسیریں لکھی جاچکی ہیں ۔ تو ظاہر ہے کہ اسی اصلی اسلام کو

Presented By: https://jafrilibrary.com

ماننے والے اور اس کی تعلیماتِ عالیہ پر عمل کرنے والے ہی جنت میں جائیں گے۔ اور خود ساختہ اسلام کے ماننے والے اور من پسند بدعات پر عمل کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔

اب رہی اس بات کی تحقیق کہ وہ دین اسلام جو خدا نے بنایا، اور پیغمبر اسلامؐ نے بے کم وکاست اس کے بندوں تک پہنچایا، اس کی صحیح شکل وصورت، اور اس کی حقیقی تفسیر وتعبیر کیا ہے؟ تو بے شک یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصلی اور حقیقی اسلام وہی ہے جو سرکار آلِ محمدؐ نے پھیلایا اور بچایا ہے۔ اور وہ مذہب شیعہ خیرالبریہ ہے۔ جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: "یا علیؑ! انت و شیعتك هم الفائزون یوم القیامة"۔

(صواعق محرقہ، تذکرۃ الخواص، تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ)

سوال: (۱۷۲): کتاب اللہ سمجھ سے بالا تر ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے بطون میں بطن در بطن میں اس کی تفسیر اپنی طرف سے کرنے کے بارے میں جہنم کی وعید ہے۔ کیا مدون طور پر بزرگواروں یعنی معصومینؑ نے مکمل قرآن کی جامع تفسیر عطا فرمائی ہے، تاکہ امت مذکورہ حقیقت سے فائدہ اٹھائے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ابھی اوپر سوال نمبر ۱۷۰ کے جواب میں واضح کیا جاچکا ہے کہ قرآن نہ اس قدر آسان اور عام فہم ہے کہ کسی معلم ربّانی کی تعلیم کا محتاج نہ ہو، (ورنہ ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو پیغمبرؐ اسلام کو معلم بنا کر اس کے ہمراہ بھیجنے کی ضرورت کیا تھی؟) اور نہ ہی اس قدر مشکل اور معمہ ہے کہ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آسکے۔ (ورنہ اس کے اتارنے کا فائدہ کیا تھا؟) "الحق بین الامرین" قرآن کے اندر کے بطون کا ہونا اس کی عظمت وجلالت کی دلیل ہے۔

اربابِ علم وعقل جانتے ہیں کہ اگر الفاظ مختصر ہوں اور مطالب ومعانی زیادہ،

تو یہ بات اس کلام کی جزالت اور متکلم کی فصاحت وجلالت کی دلیل ہوتی ہے۔ جیسے پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں: "اعطیت جوامع الکلم" کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں کہ الفاظ مختصر ہوتے ہیں اور مطالب زیادہ۔ (نہج الفصاحت)

اسی بنا پر مرزا غالب نے کہا تھا:

؎ گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالبؔ تیرے اشعار میں آئے

اور.....

ع اینها همه راز است که معلوم عوام است

والحمدللہ علیٰ وضوح الحق والحقیقة

(ماہنامہ "دقائق اسلام" جون ۲۰۱۰ء)

سوال: (۱۷۳): سورتوں، آیات کا اور ان کی خاصیتیں، تعویذ لکھنے، گھول کر پینے، بازو بند بنانے کی حقیقت احادیث اور قرآن کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بلند وبالا ہے کہ قرآن مجید کوئی تعویذات کی کتاب نہیں ہے (بلکہ وہ کتابِ ہدایت ہے) مگر خودغرض لوگوں نے اپنے باطل اغراض ومقاصد حاصل کرنے کا اسے ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کوئی اس سے تعویذات لکھ کر روٹی کما رہا ہے، کوئی قرآن کا واسطہ دے کر ووٹ مانگ رہا ہے، اور کوئی روٹھے ہوئے دوستوں کو اس کے وسیلہ سے منا رہا ہے۔ جو بالکل غلط ہے اور نزولِ قرآن کی اصلی غرض وغایت کے منافی ہے۔ ہاں البتہ ارشادِ قدرت ہے:

Presented By: https://jafrilibrary.com

و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمؤمنين

یعنی قرآن کی جس سورۃ یا آیت کو چاہو لے لو، اور جس جائز مقصد کے لیے چاہو لے لو (قرآن مجید مترجم سید زیرک حسین مرحوم) بنا بریں جسمانی بیماریوں سے شفا یابی کے لیے اگر بعض قرآنی آیات کا سہارا لے لیا جائے تو اس کا جواز بھی محلِ کلام نہیں ہے۔ ہاں البتہ اس کے لیے سرکار معصومین علیہم السلام سے منقول ہونا شرط اولین ہے کہ قابلِ اعتماد کتاب میں مذکور ہے کہ فلاں آیت کو اس طرح پڑھو، یا لکھ کر باندھو، اور ہمراہ رکھو۔

حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: "بعض التمائم اشراك" کہ بعض تعویذات شرک ہوتے ہیں۔ (اصلاح الرسوم) جیسا کہ عام پیشہ ور کاروباری لوگ کیا کرتے ہیں۔

سوال: (۱۷۴): اپنے ملک میں اپنے فرقہ میں موجود خرافات و بدعات، رسومات اور رواجات کا دفاع کرنا جب کہ دوسرے ممالک میں مختلف رسومات کا رائج ہونا اور ان کا بھی علماء کا دفاع کرنا، دین میں اضافہ جات کی بہتات کا سبب ہے۔ ذمہ دار کون ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ سوال قدرے مجمل ہے۔ یہ واضح نہیں ہے کہ ان رسومات و بدعات کے پھیلانے کا ذمہ دار کون ہے؟ یا ان کے دفاع و تردید کا ذمہ دار کون ہے؟ بہر حال دونوں شقوں کا جواب عرض کیے دیتے ہیں۔ اگر پہلی شق مراد لی جائے تو اس کے کئی ذمہ دار ہیں:

① عوام کی جہالت ② خواص کی ضلالت ③ پیروں فقیروں کی کثرت ④ اہلِ علم حضرات کی غفلت، ⑤ اور سب سے بڑھ کر منبر و محراب پر نااہل لوگوں کا تسلط۔

اور جہاں تک دوسری شق کا تعلق ہے تو اس کی ذمہ داری سب لوگوں سے زیادہ علماء کرام کے کاندھوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ جو وارثِ انبیاء ہونے کے دعوے دار ہیں، تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے فرائض و وظائف کو ادا بھی کریں۔ ویسے ہر شخص اپنی اپنی استطاعت و بساط کے مطابق اس کا مسئول ہے۔ جیسا کہ ارشادِ رسولؐ ہے:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته

کہ تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔

سوال: (۱۷۵): ہر نماز کو علیحدہ اپنے وقت پر پڑھنا سرکار محمد و ائمہ علیہم السلام کا کثرت سے عمل ہے، جب کہ ہم پوری ملت تشیع علماء و مجتہدین بھی تفضیلی عمل کو چھوڑ کر جائز عمل پر اس طرح اصرار کرتے ہیں کہ جس طرح یہ تفضیلی عمل و حکم ہو۔ معصومینؑ کے عمل کی روشنی میں ہونا چاہیئے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس موضوع پر میں نے "تجلیاتِ صداقت" اور "قوانین الشریعہ" ہر دو میں قلم اٹھایا ہے اور واضح کیا ہے کہ شیعہ ہوں یا سنی، ہر دو فریق اعتدال کا دامن چھوڑ کر افراط و تفریط کا شکار ہو گئے ہیں۔ اصل موضوع جمع بین الصلوٰتین کا جواز تھا کہ آیا بلا عذر ایسا کرنا جائز ہے یا نہ؟

ہمارا موقف یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ جب کہ برادرانِ اسلامی اسے جائز نہیں سمجھتے۔ تو ہم نے اس جائز عمل کو اس طرح واجب و لازم سمجھ لیا ہے کہ گویا اگر دو نمازوں کو اوقات فضیلت پر علیحدہ علیحدہ پڑھیں گے تو ہم سنی بن جائیں گے اور برادرانِ اسلامی نے اپنے اس جائز عمل کو جو سیرتِ رسولؐ کی روشنی میں صحاح ستہ کی روایات کی روشنی میں جائز ہے، اس طرح ناجائز اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

حرام سمجھ لیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ کبھی بلا عذر جمع بین الصلوٰتین کریں گے تو شیعہ بن جائیں گے ۔ حالانکہ اِسلام اعتدال پسندی کا دوسرا نام ہے ۔

لہٰذا اس کے نقطہ نگاہ سے جمع بین الصلوٰتین یقیناً جائز ہے لیکن ہر نماز کو اس کے وقت فضیلت پر اذان و اقامت کہہ کر علیحدہ علیحدہ پڑھنا یقیناً افضل و اعلیٰ ہے ۔ اور معصومین علیہم السلام کی عمومی سیرت اور ان کی روش و رفتار سے یہی ثابت ہے ۔

دُعا ہے کہ خداوند عالم ہماری قوم کے عوام و خواص کو اپنے پیشواؤں کی سیرت و کردار اور ان کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

سوال: (۱۷۶): نوروز جس کی کوئی سند نہیں ہے، کیا وہ ان رسومات کی مانند ہے جن کو ہم مذہب کے نام پر ادا کر کے مذہبی اہم فریضہ کی ادائیگی سمجھتے ہیں؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: نو روز کی روایت تو ہے، جو بروایت معلّٰی بن خنیس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے ۔ مگر وہ بدو وجہ قابلِ اعتماد نہیں ہے ۔

① ایک اس لیے کہ وہ اسلام کے مزاج کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ وہ شمسی سن وسال پر مبنی ہے ۔ جب کہ اسلام کا نظام قمری سن وسال پر مبنی ہے ۔

② دوسرا اس لیے کہ اس کے خلاف مستند و معتبر روایات پائی جاتی ہیں، جو اس کی نفی پر دلالت کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ یہ قبل از اسلام سے ایرانی قوم کا قومی تہوار ہے ۔ کوئی اسلامی عید نہیں ہے ۔ لہٰذا اسے مذہبی فریضہ سمجھ کر ادا کرنا جائز نہیں ہے ۔ اس موضوع کی مزید تفصیلات ہماری کتاب "اصلاح الرسوم" میں دیکھی جائیں ۔

سوال: (۱۷۷): میلاد نبیؐ، بعثت پیغمبر اکرمؐ، ہجرت پیغمبرؐ، ولادت ائمہ اطہارؑ، ایام شہادت، نوروز، عید مباہلہ، عید شجاع، عید غدیر، چہلم وغیرہ جو ہم مناتے ہیں، کیا وہ خود بھی باقاعدگی سے اس کا اہتمام کرتے تھے؟ دعاء ترحیم، فاتحہ خوانی، قل، چہلم، خیرات، سالانہ برسی وغیرہ پر بھی روشنی ڈالیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ بات متعدد روایات سے بھی ثابت ہے اور قانونِ قدرت اور آئین فطرت سے بھی ثابت ہے کہ ہر محب صادق اپنے محبوب کی خوشی میں خوش ہوتا ہے اور اس کے غم میں غم ناک ۔ اور یہ بات عیاں را چہ بیاں کی مصداق ہے ۔

لہٰذا حضرت پیغمبر اسلامؐ ہوں یا ان کی عترت اہل بیتؑ، ان کی خوشی میں خوش ہونا اور جشن منانا، اور ان کی خوشی میں شامل ہونا، اور ایام غم میں سوگوار ہونا، جو ایسا قانونِ قدرت اور آئین فطرت ہے کہ کوئی سلیم الطبع اور سلیم الفطرت اس چیز کا انکار نہیں کر سکتا ۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ خوشی و مسرت ہو یا غم و اندوہ، اس کے طور طریقے اور انداز ملک و ملت اور سن و سال کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں ۔ شرط صرف ایک ہے کہ جشن یا سوگ ان میں خلافِ شرع کسی بات کا ارتکاب نہ کیا جائے ۔

باقی رہی نوروز تو اس پر سابقہ سوال کے جواب میں تبصرہ کیا جا چکا ہے ۔ اور جہاں تک عید شجاع کا تعلق ہے تو اس نام کی کسی شرعی عید کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے اور جہاں تک عید غدیر اور عید مباہلہ کا تعلق ہے، ان کا عید سعید ہونا اور مسرت و شادمانی کا باعث ہونا ہمارے ہاں مسلّم ہے ۔

باقی رہی قل خوانی، چہلم اور برسی وغیرہ، یہ صرف رسمیں ہیں، شرعاً ان کا کوئی حکم نہیں ہے ۔ اور جب میت کی روح کو ایصالِ ثواب کی خاطر کوئی صدقہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

دیا جائے، کوئی خیرات کی جائے یا کوئی عمل خیر انجام دیا جائے تو خداوندعالم اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کا اجر وثواب مرنے والے کی روح کو پہنچا دیتا ہے۔ ان امور کی جملہ تفصیلات ہماری کتاب "اصلاح الرسوم" میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ واللہ العالم۔ (ماہنامہ "دقائق اِسلام" جولائی ۲۰۱۰ء)

سوال: (۱۷۸): خلافت حضرت عمر میں امیر المومنین علیؑ نے ہجرتِ رسولؐ سے آغازِ تقویم کا مشورہ دیا، جب کہ ہجرت یکم محرم کو تو نہ ہوئی تھی۔ کیا اسلام نے باقاعدہ کوئی تقویم نہیں دی؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ اہم امور پر توجہ مبذول کرتا ہے اور غیر اہم معاملات کو اپنی توجہ کا مرکز نہیں بناتا۔ ارشادِ قدرت ہے: "و القمر قدرناہ منازل لتعلموا عدد السنین" ..... الآیۃ ہم نے چاند کے لیے کچھ منازل مقرر کیے ہیں تاکہ تم سالوں کی تعداد معلوم کرسکو..... اور کسی عہد و پیمان کی پابندی کرنی ہے تو جان سکو..... اور حج و ماہِ رمضان کے مہینوں کی پہچان کرسکو، اور حج ادا کرسکو، اور روزے رکھ سکو وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ اسلام میں تقویم کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔

سوال: (۱۷۹): کیا عیدالاضحیٰ کے موقع پر اہلِ بیتؑ اور صحابہ اپنے گھروں میں موجود رہتے ہوئے جانور ذبح کرکے مناتے تھے؟ حوالہ جات سے جواب مزین فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اگرچہ قربانی گھر کے اندر بھی کی جاسکتی ہے مگر افضل یہ ہے کہ نمازِ عید بھی شہر سے باہر کسی کھلی اور پُرفضا جگہ پر ادا کی جائے اور قربانی کا جانور بھی وہیں ذبح کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ائمہ اطہارؑ ہوں یا صحابۂ اخیارؓ وہ کوشش کرتے تھے کہ افضل الاعمال بجالائیں۔

واضح رہے کہ حجاج کرام کا معاملہ اس سے علیحدہ ہے جو نماز عید بھی بمقام منیٰ ادا کرتے ہیں اور قربانی بھی وہیں کرتے ہیں۔

سوال: (۱۸۰): امت اسلامی کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کو پیغمبر اسلامؐ کی سیرت قولی اور فعلی کے مطابق استوار کرے اور اس کے حدود میں رکھے، اگر پیغمبر اکرمؐ سے تقدم و تاخر کیا تو دونوں میں ضلالت ہے، ہماری علاقائی رسومات جو کہ اصل مذہب کی شکل اختیار کرچکی ہیں، ان کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس مقام پر میں یہی کہوں گا کہ:

ہم موحّد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزاء ایماں بن گئیں

بحیثیت مسلمان ہم صرف اللہ تعالیٰ کے قرآن اور سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فرمان کی تعمیل کرنے کے پابند ہیں۔ اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ اگر اللہ کا محب صادق بننا ہے تو اتباع رسولؐ کرنا پڑے گی۔ اور اگر محب رسولؐ بننا ہے تو اطاعت اہلِ بیتؑ کرنا پڑے گی اور اگر مومن بن کر جینا و مرنا ہے تو خدا و مصطفیٰؐ اور ائمہ ہدیٰؑ کی اطاعت کرنا پڑے گی۔ کما قال عز شانہ: یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (القرآن)

اور جہاں تک رسموں اور رواجوں کا تعلق ہے تو ان کو مٹانا اور ان سے اجتناب کرنا شرط ایمان ہے، نہ کہ ان کو گلے لگانا اور ان پر عمل درآمد کرنا۔ ارشادِ قدرت ہے: "ھم عن اللغو معرضون" جو مومن ہوتے ہیں وہ لغویات سے منہ موڑتے ہیں اور حق سے رشتہ جوڑتے ہیں۔

ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ جاہلی رسوم و قیود اور اسلام کے حقیقی حدود پر ایک

Presented By: https://jafrilibrary.com

مفصل اور مدلل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: "اِصلاح الرسوم" اور یہ کتاب لکھ کر ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ والحمدللہ۔

سوال: (۱۸۱): کیا قیامت کے دن کچھ لوگوں کے گروہ کو حیوانوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا؟ قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اگرچہ جامع الاخبار اور بحارالانوار کے بعض اخبار وآثار سے یہی واضح وآشکار ہوتا ہے کہ بروزِ قیامت تمام لوگ اپنے اپنے عقیدہ وعمل اور اپنے اخلاق واطوار کے مطابق مختلف جانوروں کی شکل میں محشور ہوں گے۔ مثلاً:

① "مردم آزار" کتّے اور بھیڑیے کی شکل میں۔

② "دلیر" شیر کی صورت میں،

③ اور "بزدل" لومڑی کی ہیئت میں۔ وغیرہ وغیرہ

مگر مقام اعتقاد میں ان اخبار آحاد پر عقیدہ کی دیوار کو استوار نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تو آیاتِ محکمات یا روایاتِ متواترات درکار ہوتی ہیں، وبس۔ لہٰذا ان اخبار وآثار کے مطابق عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوال: (۱۸۲): شعارِ اسلامی اور شعارِ شیعہ میں خط امتیاز کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: کل دو فرق ہیں۔ ایک کا تعلق عقیدہ سے ہے اور دوسرے کا تعلق عمل سے ہے..... جس شعار کا عقیدہ سے تعلق ہے وہ یہ ہے کہ شعار اسلامی عقیدہ توحید و رسالت اور قیامت ہے۔ اور شعارِ شیعہ بالفاظ دیگر شعار ایمانی اس کے ساتھ عقیدۂ عدل الٰہی اور عقیدۂ امامت وولایت علیؑ واولادِ علیؑ ہے۔

اور جس شعار کا تعلق عمل سے ہے تو وہ یہ ہے کہ شعار اسلام ائمہ اربعہ کے نقش قدم پر چلنا ہے اور ان کے تعلیمات کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اور شعار

شیعہ شعارِ ایمانی دروازۂ ائمۂ اہل بیتؑ کے نقوشِ عصمت کی پیروی کرنا اور ان کے مقدس تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔

سوال: (۱۸۳): سورۂ انبیاء آیت نمبر ۱۰۷ میں آنحضرت ﷺ کو رحمۃ للعالمین بتایا گیا ہے۔ اس رحمت میں تمام عالمین شامل ہیں۔ اس کا مفہوم یا وضاحت کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: رحمت کی دو قسمیں ہیں:

① رحمتِ عامہ، جس کا تعلق عالمین سے ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ باوجود گناہ وعصیان کے ایسا عمومی عذاب وعقاب نازل نہیں ہوتا، جو سب کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔

② رحمتِ خاصہ جس کا تعلق صرف مسلمین ومومنین سے ہے کہ آپؐ گنہگارانِ اُمت کی شفاعت کر کے ان کی بخشش کا اِنتظام فرمائیں گے۔ آپ مقبول الشفاعۃ ہیں کہ جب مقامِ محمود پر بیٹھ کر جس جس کی شفاعت فرماتے جائیں گے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرماتا جائے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

رزقنا اللہ شفاعتہ فی الدنیا و الاٰخرۃ بحق النبی و عترتہ الطاھرۃ

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" اگست ۲۰۱۰ء)

سوال: (۱۸۴): حضرت ابوطالبؑ کا نام عبدمناف اور کنیت ابوطالب ہے۔ شجرہ نسب میں آپ کا نام عمران ملتا ہے۔ حوالہ ارشاد فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اگرچہ عوام میں یہی مشہور ہے کہ آپ کا اسم گرامی عمران تھا، مگر نظر قاصر سے ایسا کوئی مستند حوالہ نہیں گزرا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ کا نام عبدمناف اور کنیت ابوطالب ہے یا آپ کا نام

Presented By: https://jafrilibrary.com

نامی و اسم گرامی ہی ابوطالب ہے ۔ جیسا کہ آپ کے حالات میں لکھی گئی بعض کتب میں یہ بحث نظر سے گزری ہے ۔ واللہ العالم ۔

سوال: (۱۸۵): سورۂ آلِ عمران میں عمران اور آل عمران سے کون مراد ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سلسلہ میں مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ عمران سے مراد کون عمران ہیں؟ کیونکہ تاریخ میں عمران نام کے دو بزرگ گزرے ہیں ۔ ایک وہ جو جناب موسیٰؑ و ہارونؑ کے والد ماجد تھے اور دوسرے وہ جو جناب مریمؑ کے والد ماجد تھے ۔ جن کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے ۔ یعنی جناب موسیٰؑ و ہارونؑ علیہم السلام کے والد جناب مریمؑ کے والد عمران سے ایک ہزار سال پہلے گزرے ہیں ۔ اور اسی اختلاف کی وجہ سے آلِ عمران میں اختلاف پیدا ہوگیا ۔ اور اگر بقول علامہ علی نقی علیہ الرحمہ جب لفظ عمران بطور علم استعمال نہ ہو اور اس کا مدلول جزئی حقیقی نہ ہو، بلکہ اس سے مجازاً مسمّٰی بہ عمران مراد لیا جائے تو پھر یہ دونوں بزرگوار مراد لیے جاسکتے ہیں ۔ (فصل الخطاب)

بہرحال سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا مقدس خاندان آلِ ابراہیمؑ میں نہ صرف داخل ہے بلکہ اس اِصطفاءِ الٰہی کا مرکز یہی ہے ۔

سوال: (۱۸۶): تفسیر مجمع البیان میں جناب عائشہ اور جناب ابن عباس سے روایت ہے کہ عبید بن عاصم یہودی نے رسول اللہؐ پر سحر کیا ۔ جس کی وجہ سے آپؐ مریض ہوگئے ۔ خداوند عالم نے جبرئیل کے ذریعہ دو سورتیں معوذتین نازل فرمائیں، جن کے بعد آپؐ کو شفا ملی ۔ آپ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ عامی روایت ہے اور شان و مقام نبوت و رسالت کے منافی ہونے کی وجہ سے ناقابلِ اعتبار و اعتماد ہے..... مجمع البیان بڑی عظیم

الشان علمی تفسیر ہے ۔ مگر اس میں یہی نقص ہے کہ اس میں آلِ محمد علیہم السلام کی روایات سے کم استفادہ کیا گیا ہے اور زیادہ تر عامہ کی روایات کی بھرمار ہے ۔

سحر یعنی جادو کا اثر زیادہ تر ضعیف الاعتقاد و العمل لوگوں پر ہوتا ہے اور جن کا ایمان و ایقان پختہ ہوتا ہے اور ذاتِ خداوندی پر اعتماد محکم ہوتا ہے ان پر جادو وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ ملک مصر کے تمام جادوگر ایک طرف ہیں اور اللہ تعالیٰ کا نبی موسیٰؑ دوسری طرف ہے ۔ قرآن گواہ ہے کہ تمام جادوگرانِ فرعون ہار جاتے ہیں اور موسیٰؑ بن عمران کامیاب و کامران ہوجاتے ہیں ۔ جب ایک ملک کے پورے جادوگر ایک نبی کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوسکتے تو کوئی عاصم نامی ایک یہودی سید الانبیاء والمرسلینؐ کے مقابلہ میں کامیاب ہوسکتا ہے؟ حاشا کہ رسم وراہِ نبوت چنیں بود..... بہرحال:

ع یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

ارشادِ قدرت ہے: "ولا یفلح الساحر حیث اتیٰ" (القرآن) جادوگر جہاں سے اور جس طرح آئے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا ۔

سچ پوچھو تو بات یہ ہے کہ اگر نبی و امام پر بھی جادو کا اثر ہوجائے جب کہ ان کے سچے غلاموں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو پھر "انا للہ و انا الیہ راجعون" ہی پڑھنا پڑے گا ۔ "وعلی الاسلام السلام" ہی کہنا پڑے گا ۔ العیاذ باللہ ۔

سوال: (۱۸۷): وہ ذوات جو اہلِ شریعت و تقویٰ ہیں، اس کائنات میں ایک امتیازی صورت میں تصرف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں؟ حوالہ از رسالہ اعتقاد شمارہ چہارم صفحہ ۱۳۵ ۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ کے قرآن اور سرکار محمد و آل محمد علیہم

Presented By: https://jafrilibrary.com

السلام کے فرمان سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اس کائنات اور عالم ممکنات میں ہر قسم کے تصرف وتدبیر کا حق صرف اور صرف ذاتِ خداوندی کو حاصل ہے ۔ "لا مدبر الا ھو ولا متصرف الا ھو ولا خالق الا ھو....." اس کے سوا کسی کو بھی یہ اقتدار اور تصرف کا حق حاصل نہیں ہے ۔ اور نہ ہی ان کا یہ شعبہ ہے ۔ بنص قرآن انبیاء ومرسلینؑ کا کام خالق کائنات کا دین اور اس کا پیغام اس کے بندوں کے نام پہنچانا اور بشارت ونذارت کا فریضہ انجام دینا ہے وبس ۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۔ (سورۃ النساء:۱۶۵)

اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کو مبشر ومنذر بنا کر بھیجا، تاکہ ان کے آجانے کے بعد لوگوں پر حجت تمام ہوجائے اور خالق کائنات کی نافرمانی کرنے کا کوئی عذر باقی نہ رہ جائے ۔

اور جہاں تک ان کے اوصیاء وائمہ کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ ان کا کام بھی انبیاء ومرسلین کے مشن کی تکمیل ہوتا ہے یعنی دین کی نشر واشاعت کرنا ۔ اور اگر کبھی دین پر کوئی مشکل وقت آجائے تو تن من دھن قربان کر کے دین کی بقا کا انتظام کرنا ۔

ہاں البتہ وہ ذواتِ مقدسہ انبیاء ہوں یا ان کے اوصیاء، دعا واستدعا کر کے خالق کائنات اور مالک موجودات کی بارگاہ سے ہر قسم کا کام کرا سکتے ہیں ۔ کیونکہ خداوند عالم ان کی دعا واستدعا کو کبھی رد نہیں کرتا ۔

ولکن ما یشاؤن الا ان یشاء اللہ

سوال: (۱۸۸): بعض علماء، عرفاء اور اہل ریاضت کا کہنا ہے کہ بندہ عبادت ریاضت اور ترکِ لذاتِ دنیا کے ذریعے سے ایسے مقام پر فائز ہوجاتا ہے

جہاں پہنچنے کے بعد وہ کائنات میں جو چاہے وہی ہوتا ہے ۔ پھر وہ کائنات تسخیر کر سکتا ہے ۔ پھر وہ معمول کے طریقہ کے علاوہ کائنات میں تصرف کرنے کے ایک ممتاز اور جداگانہ قدرت کا مالک بن جاتا ہے ۔ حوالہ مذکورہ ۔ قرآن و حدیث سے کیا ثابت ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ بات جو سوال میں بیان کی گئی ہے یہ صوفیوں کے شطحیات اور خرافات میں سے ہے، جو یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کوئی بندہ عبادت وریاضت کرتے کرتے اس مقام پر پہنچتا ہے تو پھر عابد ومعبود اور خالق ومخلوق کا فرق ختم ہوجاتا ہے ۔ اور وہ یہ راگ الاپتا ہے:

؎ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اور ان لوگوں کے نزدیک یہی وہ مقام ہے کہ جب کوئی بندہ اس پر فائز ہوجائے تو یہ بھی کہتا ہے کہ: "انا الحق" ۔

بدقسمتی سے کچھ عرصہ سے موسمی وبا کی طرح "عرفان" کے نام سے وبا ہمارے مذہب میں بھی گھس آئی ہے جو کہ صریح اور جلی شرک ہے ۔ جس کے خلاف ہمارے ائمہ اہل بیتؑ اور راہنمایانِ اسلام نے ہمیشہ جہاد کیا ہے ۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ قرآن وحدیث سے کیا ثابت ہے؟

تو جواباً عرض ہے کہ اس سوال سے پہلے سوال نمبر ۱۸۷ کے جواب میں قرآن وحدیث سے جو کچھ ثابت ہے اس کی کما حقہ وضاحت کر دی گئی ہے ۔ ان خرافات کا دین اسلام اور مذہب اہل بیتؑ سے اتنا بھی تعلق نہیں ہے جتنا کہ کھجور کی گٹھلی کا اس کے چھلکے سے ہوتا ہے ۔ والحمد للہ ۔

سوال: (۱۸۹): لوگ اور بھی بے تحاشا کرامتیں اہل عرفان و ریاضت کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیے نقل کرتے ہیں ۔ہمیں باب اعتقاد میں نہ انہیں رد کرنے کی کوئی عقلی دلیل ملتی ہے اور نہ اپنی جزء اعتقاد گردانے کی کوئی ضرورت ہے ۔ممکن ہے ہو اور ممکن ہے نہ ہو ۔حوالہ مذکور ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ایسے لوگوں کے لیے حسنِ ظن کا یہ نرم گوشہ رکھنا خود ایسے آدمی کے ڈھل ملیقین ہونے کی علامت ہے ۔یہ حقیقت ہے کہ:

ع پیراں نمی پرند مریداں می پرانند

یعنی پیر نہیں اڑتے انھی مرید اڑاتے ہیں ۔ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ ان لوگوں کی بیان کردہ کرامتیں سب جھوٹ کا پلندہ ہیں اور سب فراڈ ہیں ۔

سوال: (۱۹۰): کرامت اور معجزہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: کرامت ہو یا معجزہ ، دونوں کا حقیقی فاعل خداوند عالم ہوتا ہے ۔فرق صرف اس قدر ہے کہ وہ خارق عادت (نیچر کے خلاف) فعل اگر کسی نبی و امام کی دعا کے نتیجہ میں ان کے ہاتھ پر خدا ظاہر کرے تو اسے معجزہ کہا جاتا ہے اور اگر کسی پابند شرع متقی و پرہیزگار آدمی کی دعا و استدعا پر یہ فعل اس کے ہاتھ پر ظاہر کرے تو اسے کرامت کہا جاتا ہے ۔

یہ درست ہے کہ دونوں باتوں کی حقیقت ایک جیسی ہوتی ہے ۔الغرض اس فعل کی نسبت خدا کی طرف حقیقی اور نبی و امام یا متقی و پرہیزگار آدمی کی طرف مجازی ہوتی ہے ۔

بہرحال یہ دونوں دعا و پکار کا نتیجہ اور ثمرہ ہوتے ہیں، اور دراصل قدرتِ خدا کارفرما ہوتی ہے ۔ (ماہنامہ "دقائق اِسلام" ستمبر ۲۰۱۰ء)

سوال: (۱۹۱): ضرورتِ نبوت اور عمل نبی دونوں قانوں پر مشتمل ہیں تو پھر نبی کی نبوت کا دارومدار کسی غیر قانونی عمل (معجزہ) پر کیسے موقوف ہوسکتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ضرورتِ نبوت عقلی ہے، عمل و کردار نبی کے صحیح و درست ہونے کا لزوم بھی عقلی ہے تو کسی مدعی نبوت کے دعویٰ کی صحت کے معلوم کرنے کا معیار و میزان بھی عقلی ہونا چاہیے ۔یعنی عقل کا فیصلہ ہے کہ ہدایت خلق کے لیے نبی کا وجود لازم ہے اور ہادی کے کردار کا بلند اور پاکیزہ ہونا بھی ضروری ہے لیکن ہر بلند کردار اور صحیح العمل شخص نبی تو نہیں ہوتا ۔

لہٰذا اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے دعویٰ کی جانچ پڑتال کرنا ضروری ہوگی اور جانچ کا معیار و میزان معجزہ سے بہتر کوئی اور نہیں ہے کہ وہ دعوے دار نبوت کوئی ایسا خارق عادت مگر عقل کے مطابق کارنامہ انجام دے جس کو پیش کرنے سے تمام مخلوقِ خدا عاجز نظر آئے ۔اور اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر دکھائی دے ۔بنابریں معجزہ کی ضرورت ناقابلِ انکار ہے ۔

سوال: (۱۹۲): خرقِ عادت یا خلافِ طبیعت انجام پانے والا عمل معجزہ ہوگا ۔ اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: معجزہ ہو یا کوئی اور خارق عادت کام اور نیچر کے خلاف کوئی فعل ۔چونکہ مدعی نبوت و امامت یا کسی نیکوکار آدمی کی دعا و استدعا کا نتیجہ ہوتا ہے اور ظاہر خدا کرتا ہے ۔بنابریں شریعت کی اصطلاح یوں قائم ہوئی ہے کہ اگر وہ دعا و استدعا کرنے والا نبی یا اس کا وصی ہو اور خدائے قدیر وہ خارق عادت کام اس کے ہاتھوں پر ظاہر کرے تو اسے معجزہ کہا جاتا ہے ۔اور اگر کسی خدارسیدہ نیکوکار اور پرہیزگار کی دعا و پکار پر اس کے ہاتھوں پر ظاہر کرے تو اسے کرامت کہا جاتا ہے ۔(ملاحظہ ہوں کتب علم کلام، بالخصوص "احسن الفوائد")

سوال: (۱۹۳): خرقِ عادت یا خلافِ طبیعت فعل کیوں عمل میں آتا ہے؟ جب کہ عقلاً محال ہے اور قانونِ فطرت کے خلاف ہوتا ہے ۔اللہ کے قانون

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے علاوہ کیوں ممکن ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ سوال معجزہ کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی پیداوار ہے ۔ یہ درست ہے کہ معجزہ طبیعت یعنی نیچر کے خلاف ہوتا ہے، مگر خلافِ عقل نہیں ہوتا ہے ۔ مثلاً آگ کا کام جلانا ہے ۔ لیکن جب حضرت خلیلؑ کو اس میں جھونکا جاتا ہے اور آگ انھیں نہیں جلاتی تو یہ بات آگ کی طبیعت کے تو خلاف ہے مگر عقل کے خلاف نہیں ہے ۔ کیونکہ اس سے کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا ۔ یا پانی کی فطرت ہے کہ وہ نشیبی جگہ کی طرف جاری ہوتا ہے ۔ لیکن اگر حضرت موسیٰؑ اس پر عصا مارتے ہیں اور وہ رک جاتا ہے تو یہ خلافِ نیچر تو ہے مگر خلافِ عقل نہیں ہے ۔ کیونکہ اس سے کوئی اِستحالہ عقلیہ لازم نہیں آتا ۔

یہ سب کچھ ممکن ہے، کیونکہ خدا مسبب الاسباب ہے، جو آگ میں گرمی کی تاثیر رکھتا ہے، وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے سلب بھی کرسکتا ہے اور جو خدائے حکیم پانی میں نشیب کی طرف بہنے کا اثر رکھتا ہے وہ اسے سلب بھی کرسکتا ہے ۔ مگر جو بات خلافِ عقل اور ناممکن ہے اسے معجزہ بھی ممکن نہیں بنا سکتا ۔ جیسے خدا کا اپنی طرح خدا بنانا، یا دو اور دو کا مِل کر تین ہونا ۔ یا ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ دن اور رات کا ہونا ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

سوال: (۱۹۴): اہلِ ریاضت وعرفان خرقِ عادت یا خلافِ طبیعیات اعمال انجام دیتے ہیں، جو حقیقت پر مشتمل ہوتے ہیں ۔ جب کہ ان کا مقصد کسی عہدہ کا ثابت کرنا نہیں ہوتا ۔ ان کو یہ رسائی کیسے، کب اور کیوں ملتی ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ کہنا خلافِ حقیقت ہے کہ ایسے لوگوں کا مقصد کسی عہدہ کا ثابت کرنا نہیں ہوتا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا بھی کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے ۔ مگر وہ مختلف ہوتا ہے ۔ چنانچہ ایک پابند شرع پرہیزگار آدمی خدا سے کسی

خارق طبیعت فعل کے اظہار کی دعا کرتا ہے تو اس کا مقصد اپنی بزرگی اور خدا رسیدگی کا ثبوت پیش کرنا ہوتا ہے ۔ اور جب کوئی خلافِ شرع ریاضت کرنے والا اور عرفانِ حقیقت کا غلط دعوے دار ایسے کسی خارقِ عادت کام کا اظہار کرتا ہے تو اس کا مقصد اپنے مافوق الفطرت انسان کامل ہونے کا اثبات ہوتا ہے ۔

بہرحال اگر کسی متقی و پرہیزگار آدمی کے ہاتھ پر اس قسم کا کوئی فعل صادر ہو تو وہ اس کی خدا رسیدگی کی علامت ہوتا ہے ۔ اور اگر کسی غلط ریاضت کار کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو وہ اس کی ریاضت کا اثر وضعی ہوتا ہے ۔ کیونکہ خدائے کریم کا وعدہ ہے: "انی لا اضیع عمل عامل منکم" کہ میں کسی کے عمل کو ضائع و اکارت نہیں کرتا ۔ لہٰذا بمطابق "منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاٰخرۃ" کہ کچھ لوگ دنیا کے طلب گار ہوتے ہیں، خدا ان کی دنیا کو سنوار دیتا ہے اور کچھ لوگ آخرت کے طلب گار ہوتے ہیں، تو خدا ان کی عاقبت کو سدھار دیتا ہے ۔ سچ ہے: "انما الاعمال بالنیات" ۔

بہرحال غلط کار لوگوں سے جو خرق عادت فعل صادر ہوتے ہیں ان کی غلط ریاضت وسفلی عملیات کا نتیجہ ہوتے ہیں ۔

سوال: (۱۹۵): اہلِ تشیع کا اعتقاد ہے کہ ائمہ اطہارؑ کائنات میں تصرف کی طاقت وقدرت رکھتے ہیں اور اسے ولایت تکوینی سے تعبیر کرتے ہیں ۔ ہم ائمہ اطہارؑ کی اس طاقت وقوت کے حاصل ہونے کے نہ صرف یہ کہ موافق ہیں بلکہ اس کے ثابت ہونے کے بھی مدعی ہیں ۔ مگر اس فکر ونقطہ نظر سے بھی اِختلاف رکھتے ہیں کہ ائمہ معصومینؑ کی غرض خلقت صرف ولایت تکوینی کے لیے تھی ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ کہنا بالکل خلافِ حقیقت ہے کہ اہلِ تشیع کا یہ اعتقاد

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے کہ ائمہ اطہارؑ ولایت تکوینی رکھتے ہیں، بلکہ شیعیانِ علیؑ کا اِعتقاد یہ ہے کہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام ولایت تشریعی رکھتے ہیں ۔یعنی وہ ہمارے حاکم شرع، اور واجب الاتباع والاطاعت راہنما و پیشوا ہیں ۔

اور جہاں تک کائنات ارضی و سماوی میں اپنی مرضی و منشا کے مطابق تصرف کرنے کے حق کا تعلق ہے جسے ولایت تکوینی کہا جاتا ہے تو یہ حق صرف اور صرف خالق کائنات کو حاصل ہے وبس ۔ کیونکہ جہاں تک امور تکوینیہ از قسم خلق و رزق، موت و حیات اور شفاء امراض وغیرہ کا تعلق ہے تو یہ امور صرف خالق کائنات کے قبضۂ قدرت میں ہیں ۔

آلِ محمدؐ کی ولایت تکوینی کا دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ خدا اور مدبر کائنات پندرہ ہیں، چودہ یہ اور پندرھواں خدا ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ : "لاالٰہ الا اللہ" خدا صرف ایک ہے ۔ مدبر کائنات ایک ہے اور متصرف فی الکائنات ایک ہے ۔"وحدہ لاشریک لہ" ..... یہ اصطلاح عرفان بافی کے دعوے داروں کی ہے ۔جس شرکیہ عقیدہ کا نام پہلے زمانہ میں تفویض تھا، اور بعد ازاں شیخیت رکھا گیا ۔آج اسی بدعقیدہ کو خوشنما غلاف میں لپیٹ کر ولایت تکوینی کا نام دیا جا رہا ہے ۔وبس ۔

ہم نے اپنی تفسیر "فیضان الرحمن" میں اور کتاب "احسن الفوائد" اور "اصول الشریعہ" وغیرہ میں اس کی کماحقہٗ وضاحت کر کے اس کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیر دی ہیں ۔یہ شرک جلی ہے جس سے اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو محفوظ رکھے ۔

سوال: (۱۹۶): اگر اللہ اس قدرت تصرف کا حق کسی کو دے دے تو اسے بھی کائنات میں تصرف کا حق حاصل ہو جاتا ہے ۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں ولایت کہتے ہیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ہم بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ خدا ہوتا ہی وہ ہے کہ جو اپنی مرضی و منشا کے مطابق کائنات میں تصرف کرے ۔ لہٰذا خدا اپنا یہ اختیار اور خصوصی اِمتیاز کسی اور کو دے دیتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ خدا اپنے جیسا خدا بنا سکتا ہے ۔ جب کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ: "لا الٰہ الا ھو" ولایت تکوینی ایک سراب ہے، آب نہیں ہے ۔اللہ کے قرآن اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے فرمان میں اس کا کوئی نام و نشان نہیں ہے ۔"والحمدللہ علیٰ وضوح الحق والحقیقۃ" ۔

سوال: (۱۹۷): کیا محمد و آل محمد علیہم السلام نے اپنے حین حیات میں کسی مردہ انسان یا حیوان کو معجزہ کے طور پر زندہ کیا ہے ۔حوالہ ارشاد فرمائیں ۔

سوال: (۱۹۸): کیا محمد و آل محمد علیہم السلام نے کسی انسان یا حیوان کی معجزہ کے طور پر جنس تبدیل کی ہے؟ جیسا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ مرد کو عورت بنا دیا ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس قسم کے معجزات سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے حالات میں ملتے ہیں ۔مگر ان باتوں کا ولایت تکوینی سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ سب کچھ مقام اعجاز نمائی میں ہوا ہے ۔ اور جب معجزہ کی حقیقت سمجھ میں آ جائے تو سارا اشکال دور ہو جاتا ہے ۔ معجزہ مقام اعجاز نمائی میں بارگاہِ رب العزت میں کسی خارقِ عادت کام کے اظہار کی دعا و استدعا کرنا ہے ۔اور خدا اپنی قدرت کاملہ سے اس کی نبوت و امامت کو ثابت کرنے کے لیے اس کام کا اظہار کر دیتا ہے ۔

بنا بریں معجزہ خدا کا فعل ہوتا ہے ۔ نبی و امام کا نہیں ہوتا ۔ان کی طرف اس کی نسبت مجازی ہوتی ہے، اور خدا کی طرف حقیقی ۔مزید تسلی خاطر کی خاطر

Presented By: https://jafrilibrary.com

"اصول الشریعہ" کے پانچویں باب کا مطالعہ فرمائیں ۔

سوال: (۱۹۹): حضرت علی علیہ السلام نے زندہ آدمی کا جنازہ پڑھایا، اور فرمایا کہ یہ قیامت کے دن بھی نہیں اٹھے گا ۔ یہ شخص کون تھا ۔ اصل واقعہ کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ صرف ایک سینہ گزٹ ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اور نہ ہی ایسا کوئی واقعہ کتب تاریخ میں ملتا ہے ۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" اکتوبر ۲۰۱۰ء)

سوال: (۲۰۰): معجزہ شق القمر کے متعلق مولانا سید علی شرف الدین موسوی صاحب نے رسالہ اعتقاد جلد اول شمارہ چہارم صفحہ ۱۵ پر نتیجہ لکھا ہے کہ:

"جہاں تک خود ہمارے سمجھنے کا تعلق ہے تو ہم اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ ابھی تک ہم ان حقائق تک نہیں پہنچ سکے ہیں، جب کہ مبالغہ آرائی کے ہم قائل نہیں" ۔

آپ معجزہ شق القمر میں قرآن وحدیث سے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: میں اس معجزہ شق القمر کے بارے میں وہی کہتا ہوں جو تمام مکاتب فکر اسلامی سے تعلق رکھنے والے علماء اعلام کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ کا معجزہ شق القمر قرآن وسنت کے نصوص صحیحہ وصریحہ سے ثابت ہے ۔ جس کا کوئی مسلمان انکار کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا ۔ اگر کسی کوتاہ اندیش کی ناقص عقل وخرد کی اس کی اصل حقیقت تک رسائی نہیں ہوسکتی تو اس سے اس معجزہ ثابتہ کی حقانیت پر کوئی منفی اثر نہیں پڑتا ۔ جب کہ یہ حقیقت ہے کہ "وفوق کل ذی علم علیم" ہزاروں ایسے حقائق دنیا میں موجود ہیں جن تک ہنوز علماء وفضلاء کی عقلوں کی رسائی نہیں ہوسکی ۔ مگر وہ حقائق اپنی جگہ حقائق ہیں ۔ کوئی صاحبِ عقل وفکر ان کا انکار نہیں کرسکتا ۔ جوں جوں علوم ترقی کریں گے

اور عقل انسانی ارتقائی منازل طے کرے گی تو وہ حقائق بے نقاب ہوتے جائیں گے ۔ انشاء اللہ ۔

؎ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
سوچتا ہوں مَیں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

نوٹ: اس موضوع کی دوسری تفصیلات ہماری تفسیر "فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن میں دیکھی جائیں ۔

سوال: (۲۰۱): سدرۃ المنتہی سے کیا مراد ہے؟ اس کا اصل مفہوم کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: عربی زبان میں "سدرہ" کے معنی "بیری کے درخت" کے ہیں ۔ چنانچہ فریقین کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے قدیر نے ساتویں آسمان پر بیری کا ایک "درخت" خلق فرمایا ہے، جس کا نام ہے "سدرۃ المنتہی" ۔ جہاں ہر عالم کا علم تمام ہوتا ہے، اور اس سے آگے جو کچھ ہے اسے صرف خدا جانتا ہے ۔ یعنی کسی بھی مخلوق کی رسائی کی آخری حد ۔

چنانچہ مخلوقِ خدا وہ ملک مقرب ہو یا مومنِ ممتحن یا نبیِ مرسل، اس سے آگے نہیں جاسکتا ہے ۔ اگر خدائے قدیر اس سے آگے لے گیا ہے تو صرف اپنے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج ۔

ع یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

سوال: (۲۰۲): جب حضورؐ معراج پر تشریف لے گئے اور جبرئیل سدرۃ المنتہی پر ٹھہر گیا، پس اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو بھی پہنچائی ۔ (القرآن) یہاں جبرئیل تو نہ ہے، ذریعۂ وحی وطریقۂ وحی کیا تھا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جب جناب جبرئیل امینؑ مقام سدرۃ المنتہی پر رُک

Presented By: https://jafrilibrary.com

گئے اور "لو دنوت انملة لاحر ترقت" گر میں انگلی کے پور کے برابر بھی آگے بڑھوں تو سوز تجلی میرے پروں کو جلا کر رکھ دے گا۔

لہٰذا مقام "قاب قوسین" خداوند عالم نے براہِ راست بلا توسط جبرئیل آپؐ کو وحی فرمائی۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ خدا نے اپنے بندۂ خاص کو وحی فرمائی جو فرمائی کہ یا وحی کرنے والا جانتا ہے یا وہ ہستی جانتی ہے جس کو وحی فرمائی۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ خداوند عالم تین طریقہ سے کسی بندۂ خاص (نبی ورسول) سے ہم کلام ہوتا ہے:

① جبرئیل وغیرہ ملائکہ کے ذریعہ

② پس پردہ سے

③ براہِ راست۔

چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

(سورۃ الشوریٰ: ۵۱)

سوال: (۲۰۳): رسالہ مذکورہ بالا صفحہ ۱۵ پر مولانا موصوف رقم فرماتے ہیں: سورۂ نجم کی آیت (۸ و ۹) ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى سے مراد پیغمبر اکرمؐ کا جبرئیل امین سے قریب ہونے کو قرار دیا ہے۔ یعنی جبرئیل کے قریب، خدا کے نہیں۔ درج ذیل وجوہ سے درست نہیں۔ تیسرے نمبر پر لکھتے ہیں: آیت مندرجہ بالا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى میں جو گفتگو ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبرؐ اکرم کسی ہستی سے قریب ہوتے ہوئے خود کو جس مقام پر پہنچائے گئے ہیں، وہاں بحالت فنا میں پہنچے ہیں، یعنی خود اپنے

استقلال کو کھو کر، اپنے وجود کو دوسرے کے ساتھ معلق کرنے کے مرحلے میں ہیں۔ کیونکہ "قاب قوسین" سے زیادہ قرب کا تصور فنا ہے۔ دو قوس سے بھی زیادہ قریب ہونے کا مطلب دو نہیں رہتا بلکہ ایک ہو جاتا ہے۔ قرب سے زیادہ ادنیٰ ہوتا تو ایک ہونا ہی ہوا۔

لہٰذا پیغمبرؐ کے جبرئیل میں فنا ہونے کی کوئی فضیلت و افتخار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قبلہ اس کی وضاحت فرمائیں۔ پھر ہم وحدت الوجود والوں پر کیوں معترض ہوتے ہیں؟ فنا فی اللہ کیا تصوف کا بنیادی فلسفہ نہیں ہے؟ بندہ میں حلول، یا اللہ میں فنا۔ اگر ہمارے جید علماء اس نظریہ کو اپنے اعتقاد کے رسالہ میں درج فرمائیں تو قوم کدھر جائے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس ہذیانی کلام پر یہ شعر صادق آتا ہے:

؎ بک رہے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اس کلام مختل النظام کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی فریب خوردہ صوفی کی شطحیات ہیں۔ جس کا اہل بیتؑ کی تعلیمات سے اتنا بھی تعلق نہیں ہے جتنا کہ کھجور کی گٹھلی کا اس کے چھلکے سے ہوتا ہے۔ اگر آپ ایسے لوگوں کو اپنا جید عالم سمجھتے ہیں تو پھر آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ یہ حلول اور فنا فی اللہ کی بے معنی اِصطلاحات صوفیوں کی ہیں۔ ہمارے ہاں ان کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

بہرکیف یہاں دو کمان یا اس سے بھی کم تر جس فاصلہ کا تذکرہ ہے اس سے جناب پیغمبر اسلامؐ اور جبرئیل امینؑ کے درمیان کا فاصلہ مراد ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے اس مقام سے زمین کی طرف دیکھا تھا تو دو کمان کا فاصلہ محسوس ہوا۔ بہرحال اس سے آنحضرتؐ اور خدا کے درمیان فاصلہ مراد

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہیں ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے ۔ فتدبر وتشکر ۔ دیگر تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ہماری تفسیر "فیضان الرحمن" کا مطالعہ کیا جائے ۔

سوال: (۲۰۴): اسی ضمن میں علماء اہل تشیع کا نظریہ ہے کہ وہاں ایک پردہ تھا ، پس پردہ سے جو آواز آ رہی تھی وہ حضرت علیؑ کی آواز تھی اور اسی پردہ سے نکلنے والے ہاتھ حضرت علیؑ کے ہاتھ کے مانند تھے ۔ الا ماشاء اللہ ۔ اور بھی داستانیں اس سلسلہ میں نقل ہوتی ہیں، جن کا ذکر ہم یہاں نہیں کرتے ۔ قبلہ کیا آواز یعنی لہجہ حضرت علیؑ کا تھا؟ جس کو موسوی صاحب یہاں ٹھکرا رہے ہیں یا نہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: داستانیں داستانیں ہی ہوتی ہیں اور عام لوگ : ۔

ع بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیبِ داستاں کے لیے

چنانچہ ایک داستان میں ہے کہ پردہ سے ہاتھ نکلا، جو حضرت علیؑ کے ہاتھ کی مانند تھا، راستہ میں ایک شیر سدِّ راہ ہوا جو انگوٹھی لے کر ہٹا وغیرہ وغیرہ ۔ حضرت علامہ سید علی حائری لاہوری نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ اس قسم کی داستانیں بیان کرنا اور ان کے مطابق عقیدہ رکھنا کفر ہے ۔

مگر یہ بات روایات اہل بیتؑ سے ثابت ہے کہ شب معراج خداوند عالم نے پیغمبر اسلامؐ سے جو کلام کیا تھا، اس کا لب ولہجہ حضرت علیؑ کے لہجہ سے ملتا تھا ۔ اور اس کی وجہ خدا نے یہ بیان فرمائی تھی کہ میں نے آپؐ سے اس لیے جناب علیؑ کے لہجہ میں بات کی ہے تا کہ آپؐ اس عالم تنہائی میں مانوس رہیں ۔ (اور یوں سمجھیں کہ گویا اپنے بھائی علیؑ سے بات کر رہے ہیں)

خداوند قدیر نے جس طرح ہر آدمی کی شکل وعقل الگ الگ بنائی ہے اسی طرح ہر آدمی کی آواز بھی الگ الگ بنائی ہے اور وہ اس پر قادر بھی ہے کہ کسی

کی آواز کو دوسرے کی آواز کے مشابہ بنا دے ۔ جس طرح جناب سیدہ زینبؑ جب خطبہ دیتی تھیں تو سننے والے سمجھتے تھے کہ حضرت علیؑ خطبہ دے رہے ہیں ۔ ملاحظہ ہو تفسیر صافی، برہان اور نور الثقلین وغیرہ)

(ماہنامہ "دقائق اسلام" نومبر ۲۰۱۰ء)

سوال: (۲۰۵): قرآن مجید میں تمام خشک وتر کا ذکر موجود ہے ۔ اس کی صحیح ادراکی تفہیم کیا ہے؟ اس کا واضح اور آسان فہم کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سلسلہ میں پہلی گزارش یہ ہے کہ مفسرین میں اختلاف ہے کہ یہاں کتاب مبین سے مراد کیا ہے (جس میں ہر خشک وتر کا ذکر ہے) بعض نے اس سے لوح محفوظ مراد لی ہے ۔ لہٰذا اس تفسیر کی بنا پر اس آیت کا ہمارے موضوع سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے ۔ ہاں البتہ بعض نے اس سے مراد قرآن مجید مراد لیا ہے ۔ تو بنا بریں اس کا واضح مفہوم یہ ہوگا کہ قرآن مجید میں ہر چیز کا ذکر اشارہ وکنایہ کی زبان میں مذکور ہے جس کے سمجھنے کے لیے سرکار محمد وآلِ محمد علیہم السلام کی عقل وخرد درکار ہے ۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ (الدخان:۵۸) اے میرے حبیبؐ! ہم نے قرآن کو آسان بنا دیا ہے بشرطیکہ بیان کرنے والی زبان تیری ہو ۔

سوال: (۲۰۶): خوارج کے متعلق حضرت علیؑ کی وصیت کہ میرے بعد اس گروہ کو نہ مارنا، کیونکہ یہ حق کی تلاش میں نکلے ہیں، لیکن باطل میں ڈوب گئے ہیں ۔ لہٰذا یہ ان کے برابر نہیں جو باطل کی حکمرانی کے لیے نکلے ہیں، اس کی اصل وضاحت کیا ہے ۔ ارشاد فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس کا جواب واضح ہے کہ کائنات ارضی وسماوی میں خدائے علیم وحکیم نے کوئی بھی دو چیزیں برابر پیدا نہیں کیں، نہ دو نیکوکار برابر

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہیں اور نہ دو بدکار برابر، لہٰذا بدکار اور اشرار تو خوارج بھی ہیں مگر نواصب ان سے بھی بڑے بدکار اور اشرار ہیں ۔ "وانما الاعمال بالنیات" اگر خوارج خود جنگ نہروان میں حضرت امیر المومنینؑ کے خلاف جنگ مسلط نہ کرتے تو حضرت ان کو قتل نہ کرتے، اسی لیے وصیت فرما رہے ہیں کہ بلاوجہ میرے بعد ان کو قتل نہ کرنا ۔

سوال: (۲۰۷): حقیقت عصمت کیا ہے؟ ترکِ اطاعت، فعل معصیت، سہو ونسیان، قرآنی آیات میں انبیاء کے متعلق ترکِ اولیٰ و معصیت جیسی گفتگو کا اصل مطلب کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: عصمت ایک لطف خداوندی ہے کہ خدا اپنے جس خاص بندہ (نبی یا امام) پر وہ لطف فرماتا ہے تو باوجود قدرت رکھنے کے وہ نہ کسی واجب کو ترک کرتا ہے اور نہ ہی کسی فعل حرام کا ارتکاب کرتا ہے ۔ یعنی قدرتِ گناہ رکھنے کے باوجود وہ اپنے اختیار سے گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا اور وہ شیطانی سہو ونسیان سے بھی محفوظ ہوتا ہے ۔ کیونکہ شیطان اس پر مسلط نہیں ہوسکتا ۔

الغرض وہ شیطان کے قابو سے باہر ہوتا ہے ۔ اور جہاں تک ترکِ اولیٰ کا تعلق ہے اسے گناہ نہیں کہا جاسکتا ۔ کیونکہ گناہ کسی واجب کو ترک کرنے یا کسی فعل حرام کا ارتکاب کرنے کا نام ہے ۔ اور معصوم یہ دونوں کام نہیں کرتا ۔ ترکِ اولیٰ کو ایسا سمجھیں جیسے کوئی فعل مستحب کو ترک کرے کہ وہ اس کے بجالانے کے ثواب سے تو محروم ہوتا ہے مگر گنہگار نہیں ہوتا اور سزا کا مستوجب نہیں ہوتا ۔

سوال: (۲۰۸): بہت سے انبیاء شیطان کے بہکاوے میں آئے، جب کہ شیطان کہتا ہے کہ میں تیرے تمام بندوں کو گمراہ کروں گا سوائے بندگانِ صالح ے، جب کہ انبیاءؑ کے صالح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ۔ پر نہ بہکنے والے

صالح بندے کون ہیں؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: بے شک خدائے تعالیٰ کے صالح بندوں کے حقیقی مصداق انبیاء کرام اور ائمہ علیہم السلام ہی ہیں اور جب شیطان خود اقرار کر رہا ہے کہ وہ ان بندوں کو گمراہ نہیں کرسکتا تو پھر جو شخص کہتا ہے کہ شیطان ان کو گمراہ کرسکتا ہے وہ شیطان سے بھی بڑا گمراہ ہے ۔ نہ معلوم ان بہکاوے سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے مراد گمراہی اور بدراہی ہے تو شیطان کبھی ایسا نہیں کرسکتا، اور اگر اس سے مراد ترکِ اولیٰ ہے تو وہ بہکاوا نہیں ہے بلکہ ترکِ اولیٰ ہے، جیسا کہ سوال نمبر ۲۰۷ کے جواب میں ابھی اس کی وضاحت کی جاچکی ہے ۔ والحمدللہ ۔

سوال: (۲۰۹): سورۂ نجم میں ہے وہ ہرگز ہوائے نفس سے بات نہیں کرتا جو کچھ وہ کہتا ہے وحی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔ اس کا اصل مفہوم کیا ہے؟ قرآن کے علاوہ حضورؐ کی بات چیت، گفتگو، معاملات، کاروباری گفتگو، علیک سلیک، گھریلو معاملات کیا سب کچھ اس مذکورہ مفہوم کے تحت آتا ہے یا نہیں؟ صحیح تفسیر کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: کلام کا اصل مفہوم یہ ہے کہ چونکہ کفار ومشرکین یہ کہتے تھے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا نہیں، بلکہ خود پیغمبر اسلامؐ کا کلام ہے، اور اسلام کے احکام خود آنحضرتؐ نے اپنی خواہش نفس کے تحت وضع کیے ہیں ۔ اپنی من پسند چیزوں کو حلال اور اپنی ناپسندیدہ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ۔ لہٰذا خدائے علیم وحکیم ان لوگوں کے جواب میں اپنے رسول مکرمؐ کی پوزیشن واضح فرما رہا ہے کہ حضورؐ نبی مکرم عصمت کبریٰ کے اس بلند درجہ پر فائز ہیں کہ وہ اپنی خواہش نفس کے تحت نہ کسی چیز کو حلال اور نہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں، بلکہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

وہ یہ سب کچھ وحی الٰہی کے تحت کرتے ہیں ۔یعنی :

؎ گفتۂ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

لہٰذا عام معاملات میں آپؐ کا بول چال یا گھریلو معاملات میں گفتگو اس میں شامل نہیں ہے ۔اگرچہ ان معاملات میں بھی وہ شریعت کے حدود میں رہ کر بات چیت اور کام وکلام کرتے ہیں ۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" دسمبر ۲۰۱۰ء)

سوال: (۲۱۰):روحانیت کیا ہے؟اس کا پیمانہ یا حصول یا اس کا عمل دخل کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے:①جسم، اور ②روح ۔ان دونوں کا مزاج الگ الگ ہے، تقاضے الگ الگ ہیں، غذا الگ الگ ہے، بیماری الگ الگ ہے، اور علاج بھی الگ الگ ہے ۔

لہٰذا جو انسان بدن کے تمام تقاضے پورے کرے اور اس کی تکمیل کرے، اسے مادی انسان کہا جاتا ہے ۔اور جو روح کے تمام تقاضے پورے کرے، اور اس کی غذا اور دوا کا مکمل انتظام کرے، اسے روحانی انسان کہا جاتا ہے ۔

الغرض روح کی غذا عبادات شرعیہ کی بجا آوری ہے ۔اور اس کی بیماری محرماتِ الٰہیہ کا ارتکاب کرنا ہے اور اس کی صحت ان سے اجتناب کرنا ہے، بالخصوص روحانیت واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کرنے کے علاوہ شرعی مستحبات وآداب کے بجالانے اور اخلاق عالیہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے سے روحانیت حاصل ہوتی ہے ۔اور اسی سے آدمی روحانی کہلاتا ہے ۔

رزقنا اللہ ھذہ المرتبۃ۔

سوال: (۲۱۱):ایک فاضل مصنف مولانا سیّد علی شرف الدین موسوی نے

اپنی تصنیف "انتخاب مصائب" ترجیحات میں طفلانِ مسلم کی شہادت کو ایک افسانہ اور جعلی قرار دیا ہے جو کہ رونے رلانے کے سوا کچھ نہیں ہے ۔اس کی وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس تلخ نوائی کی معذرت کے ساتھ اگر قوم میں دو چار اور ایسے فاضل مصنف پیدا ہو جائیں تو دین ودیانت اور تاریخ وثقافت کا جنازہ نکل جائے گا ۔بھلا وہ واقعہ جسے حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے لے کر (در امالی شیخ صدوقؒ) حضرت علامہ مجلسیؒ تک (بحارالانوار) اور حضرت شیخ عباس قمی (در نفس المہموم) سے لے کر علامہ سید علی نقی تک (در شہید اِنسانیت) اور اس احقر تک (در سعادۃ الدارین) اپنی کتابوں میں پوری تفصیل جمیل کے ساتھ درج کریں ۔اگر وہ افسانہ ہے تو پھر حقیقت کسے کہتے ہیں؟ کیا جناب موسوی پر جبرئیل وحی لائے ہیں کہ ان علماء اعلام کے بیانات افسانہ ہیں اور : "مستند ہے موسوی صاحب کا فرمایا ہوا؟"

ع تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

سوال: (۲۱۲):جناب فاطمہ زہراؑ کے بعد حضرت علیؑ کے عقد میں آنے والی دوسری زوجہ جناب امامہ بنت ابی العاص ہیں یا فاطمہ بنت حزام یا کوئی اور؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: جو کچھ تاریخ اسلام کے اوراق سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؑ کے حین حیات میں دوسری کوئی شادی نہیں کی تھی اور ان کی وفات کے بعد متعدد شادیاں کی تھیں

اسی طرح حضرت امیر علی علیہ السلام نے بھی حضرت زہراؑ کے حین

Presented By: https://jafrilibrary.com

حیات میں کسی خاتون سے عقد ثانی نہیں کیا تھا، اور ان کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے کئی شادیاں فرمائیں اور سب سے پہلے جناب امامہ بنت ابوالعاص سے شادی کی تھی اور بعد ازاں جناب فاطمہ بنت حزام سے عقد ازدواج فرمایا۔

سوال: (۲۱۳):انسان کے کردار میں نام کے اثرات کے بارے میں قرآن وحدیث سے تحقیق کیا ہے؟ نام بدلنے سے اثرات وکردار، تکلیف و مصیبت کا بدلنا کیسا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: بے شک اسلام میں اچھا نام رکھنے کا حکم ضرور ہے مگر اس بات کا قرآن وسنت میں کوئی نام ونشان بھی نہیں ملتا کہ نام سے انسان کے کردار یا اس کی روش ورفتار پر کوئی اثر پڑتا ہے، یا نام کے بدلنے سے مقدر بدل جاتا ہے، اور بلا ومصیبت ٹل جاتی ہے۔ یہ صرف ضعیف الاعتقاد لوگوں کا خیال ہے وبس۔

سوال: (۲۱۴): کیا جناب لیلیٰ بنت ابی مرہ بن مسعود ثقفی والدہ جناب شاہزادہ علی اکبرؑ کربلا میں موجود تھیں، یا صرف قصہ کہانی ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: علماء محققین کے نزدیک جناب لیلیٰ کا واقعہ کربلا سے بہت عرصہ پہلے مدینہ میں اِنتقال پُر ملال ہوگیا تھا۔ اس لیے وہ واقعہ کربلا میں موجود نہیں تھیں۔ اس بات کی پوری تحقیق وتفصیل معلوم کرنی ہو تو ہماری کتاب "سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ" کا مطالعہ فرمائیں۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" جنوری ۲۰۱۱ء)

سوال: (۲۱۵): زوجہ امام حسینؑ محترمہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ جو کہ جناب فاطمہؑ بنت الحسینؑ کی والدہ مکرمہ ہیں، ان کے والد طلحہ وہی بزرگ ہیں جو

برادرانِ اسلامی کے نزدیک عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور جن کا نام طلحہ وزبیر کے کردار میں آتا ہے؟ جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت ۵۰ھ میں ہوئی، تو اس طرح کربلا میں جناب فاطمہ صغریٰ کی ۸ یا ۹ سال بنتی ہے، پھر ان کا حامل امانت ہونا، اور خطبات دینا نظر انداز کرنا پڑے گا۔ جناب سکینہ بنت الحسینؑ ان سے بھی کم عمر تھیں، ان کا سن کتنا بنے گا؟ جناب فاطمہ بنت الحسینؑ جناب حسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام کے عقد میں تھیں۔ اور دونوں کربلا میں موجود تھے۔ انہی سے حسنی سادات کا سلسلہ چلا۔ پھر جناب امیر قاسم کے عقد کا قصہ کیا ہے؟ وہ جناب امام حسینؑ کی کس بیٹی سے ہوا؟ جناب شہزادہ علی اکبرؑ کی شادی کس سے ہوئی تھی؟ جس کے نہ ہونے کا افسوس کیا جاتا ہے۔ جناب فاطمہ صغریٰ بیمار مدینہ ہیں۔ پھر وہ کونسی سیّدالشہداءؑ کی بیٹی ہے۔ کربلا میں موجود جناب فاطمہ بنت الحسینؑ اور جناب سکینہ بنت الحسینؑ کی عمر کتنی تھی؟

جواب: باسمہ سبحانہ: بظاہر تو یہ ایک سوال ہے مگر درحقیقت یہ کئی سوالات کا مجموعہ ہے اور ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ سب کے جوابات پیش کیے جاتے ہیں:

① ہاں، یہ محترمہ اسی طلحہ کی صلب سے متولد ہوئیں جو برادرانِ اسلامی کے نزدیک عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں، اور جنگ جمل میں جن کا کردار بڑا نمایاں نظر آتا ہے۔ سچ ہے: "یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی"۔

② امام حسن علیہ السلام کی شہادت ۵۰ھ میں ہوئی، اور عدت گزار کر جناب ام اسحاق نے حضرت امام حسینؑ سے عقد وازدواج کیا تو ۶۱ھ تک کھینچ تان کر ان کی عمر دس سال بنتی ہے اور عربستان میں دس سال کی

Presented By: https://jafrilibrary.com

لڑکی عقد و ازدواج کے قابل ہوتی ہے اور خاندانِ رسالت کی دس سالہ بچی خطبے بھی دے سکتی ہے۔

③ جناب سکینہ بنت الحسینؑ کی ولادت کی تاریخ کتابوں میں نظر نہیں آتی۔ لہٰذا یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ واقعہ کربلا میں ان کی عمر کتنی تھی۔ بہرحال یہ بھی یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ واقعہ کربلا میں ان کی کل عمر تین چار سال تھی بالکل غلط ہے۔

④ جناب شاہزادہ علی اکبرؑ کی کسی ایسی شادی کرنے کا تذکرہ کتب تاریخ میں مذکور نہیں ہے۔

⑤ جناب شاہزادہ قاسم کے عقد و ازدواج کا قصہ داستانِ امیر حمزہ کی قسم سے ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ بالکل بے بنیاد ہے۔

⑥ جناب فاطمہ صغریٰؑ کے وچھوڑے والی روایت ناقابلِ اعتبار ہے وہ واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ ان باتوں کی تفصیل ہماری کتاب "سعادۃ الدارین" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

سوال: (۲۱۶): شام میں جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ کی ضریح مبارکہ کا وجود کیا معنی رکھتا ہے؟ جب کہ ان کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ وضاحت فرمائیں کہ پھر یہ کس کا مزار ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ہم نے اپنی کتاب "سعادۃ الدارین" میں دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ کا زندانِ شام میں وفات پانا بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اور متعدد تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کی وفات ۱۱۷ھ میں بمقام مدینۃ النبیؐ واقع ہوئی اور ان کی نماز جنازہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ اللہ

تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ شام والا مزار کس کا ہے؟

سوال: (۲۱۷): حضرت سکینہؑ اور جناب فاطمہ صغریٰؑ کے بارے میں داستانیں گھڑی گئیں، جب کہ تواریخ اور مقاتل کی تحقیق کے مطابق کربلا ۶۱ھ میں دونوں شادی شدہ تھیں۔ حوالہ انتخاب مصائب از سید شرف الدین موسوی آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جناب فاطمہؑ بنت الحسینؑ ایک ہی ہیں، جن کو مختلف اعتبارات سے کبریٰ و صغریٰ کہا جاتا ہے۔ ابھی اوپر ان کا تذکرہ کیا جاچکا ہے۔ اور جناب سکینہؑ بنت الحسینؑ حضرت امام حسینؑ کی منجھلی بیٹی کا نام ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق واقعہ کربلا میں وہ غیر شادی شدہ تھیں۔ ہاں البتہ ان کی نسبت جناب عبداللہ بن امام حسنؑ سے ہوچکی تھی، جو کہ کربلا کے واقعہ میں شہید ہوگئے۔ تفصیل "سعادۃ الدارین" میں دیکھی جائے۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" فروری مارچ ۲۰۱۱ء)

سوال: (۲۱۸): ام حبیبہ کون تھیں، بازار شام میں اس کا جناب بی بی زینبؑ سے مکالمہ اور مکمل روئیداد مستند ہے یا قصہ کہانی؟

جواب: باسمہ سبحانہ: بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے ظاہری دورِ خلافت میں کوفہ میں تشریف فرما تھے تو ام حبیبہ نے جناب زینب عالیہ سلام اللہ علیہا سے قرآن پڑھا تھا۔ مقاتل کی کتب معتبرہ میں بازار کوفہ میں موصوفہ کے جناب زینب عالیہؑ سے اس قسم کے کسی مکالمہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ہاں البتہ غیر مستند کتابوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے اور روضہ خوان بڑے طمطراق سے بیان کرتے ہیں۔ واللہ العالم۔

سوال: (۲۱۹): تقدیر، دعا، صدقہ، لوح محفوظ اللہ تعالیٰ تو پہلے سے سب کچھ

Presented By: https://jafrilibrary.com

جانتا ہے، پھر یہ سب کچھ کیوں؟ نتیجہ سے واقف کو امتحان لینے کی ضرورت کیوں؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: آیاتِ قرآنیہ اور احادیث معصومہ سے واضح ہوتا ہے کہ خداوندعالم کے پاس دولوحیں ہیں:

① ایک کا نام لوح محفوظ ہے، کائنات میں جو کچھ ہوتا رہتا ہے وہ سب تفصیل سے اس میں لکھا ہوا ہے، اس میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوتا ۔

② دوسری کا نام لوح محو واثبات ہے کہ اس نوشتہ جات میں دعا وصدقہ وغیرہ علل واسباب کے تحت تغیر وتبدل کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے، تاکہ پتا چلے کہ خداوند عالم محو واثبات پر قدرت کاملہ رکھتا ہے، اور دعا و پکار اور صدقہ وخیرات کا بھی اثر ہوتا ہے ۔ یہ سب کچھ بے کار نہیں ہے ۔

نیز واضح رہے کہ ہمیشہ امتحان اس لیے نہیں لیا جاتا کہ ممتحن کو پتا چلے کہ امتحان دینے والا اہل ہے یا نااہل، بلکہ دوسروں پر کسی شخص کی اہلیت یا نااہلی ظاہر کرنے کے لیے بھی لیا جاتا ہے ۔ کما لا یخفیٰ۔

سوال: (۲۲۰): علم کسے کہتے ہیں ۔ علم حاصل کرو، اگرچہ تمھیں چین جانا پڑے ۔ کیا یہ حدیث مستند ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: علم کے معنی کسی چیز کے جاننے کے ہیں ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ "علم الشئ افضل من جھل الشئ" کہ کسی چیز کا جاننا اس کے نہ جاننے سے بہتر ہے ۔ اب علم کی دو قسمیں ہیں:

① دینی علم ② دنیوی علم

جناب شہید مطہری نے اپنے بعض مقالات میں بالکل بجا لکھا ہے کہ ہر وہ علم جس کی ملک وملت کو ضرورت ہے اس علم کا حاصل کرنا ضروری ہے، تاکہ

ملک وملت ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکے ۔ یہ حدیث مستند ہے یا نہ لیکن مشہور ضرور ہے ۔ اور اُصول درایت کے مطابق ہے اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ جس قدر علم پر دین اِسلام نے زور دیا ہے اس کی ادیانِ عالم میں نظیر نظر نہیں آتی ۔ ظاہر ہے کہ قومیں علم سے ترقی کرتی ہیں جہالت سے کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی ۔

سوال: (۲۲۱): وسوسہ اور اِلہام میں فرق کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: وسوسہ دل ودماغ میں برے خیالات پیدا ہونے کا نام ہے ۔ جب کہ الہام اچھے خیالات کے دل ودماغ میں پیدا ہونے کا نام ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وسوسہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے ۔ (یوسوس فی صدور الناس) اور الہام والقا رحمن کی جانب سے ہوتا ہے ۔ (ونفس وما سواھا فالھمھا فجورھا وتقواھا)

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" اپریل ۲۰۱۱ء)

سوال: (۲۲۲): کیا تہتر فرقوں والی حدیث مستند ہے؟ اسلام کو فرقے فرقے کرنا شرک قرار دیا گیا ہے ۔ پھر کوئی فرقہ کیوں جنت میں جائے گا؟ جب ایک فرقہ ناجی ہے تو کیا سارا فرقہ جنت میں چلا جائے گا؟ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں، یہ حدیث نہایت ہی مستند ومعتبر ہے اور اس کے مستند ومعتبر ہونے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسلام کا ہر فرقہ اسے صحیح تسلیم کرتے ہوئے اپنے جنتی ہونے کے خواب دیکھ رہا ہے ۔ تفریق کے جرم کا مُرتکب وہ شخص ہے جس نے فرقہ آرائی کا بیج بویا، اور اس کی آبیاری کی، دوسروں کا کیا قصور ہے؟ ناجی فرقہ بس وہی ہوگا جو اصلی اسلام کا علم بردار ہوگا ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جو اسلام خدا نے بنایا، اور جو رسولِ خداؐ نے بے کم و کاست امت تک پہنچایا۔ اور ہاں وہ سارا فرقہ جنت میں جائے گا، جو ناجی ہوگا، بشرطیکہ وہ اس نام کے معیار پر پورا اترے گا۔ نہ وہ جو صرف زبانی دعویٰ تو کرے گا، مگر اس کے معیار پر پورا نہیں اترے گا۔ مثلاً:

ناجی فرقہ شیعہ خیر البریہ ہے، جیسا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا علیؑ ! انت و شیعتك هم الفائزون یوم القیامة

اے علیؑ! تم اور تمہارے شیعہ بروزِ قیامت کامیاب و کامران ہوں گے۔

تو ہر وہ شخص جنت میں جائے گا جو درحقیقت علیؑ کا شیعہ ہوگا۔ یعنی اس کا ہر عقیدہ و عمل حضرت علی علیہ السلام کے عقیدہ و عمل کے مطابق ہوگا، نہ کہ وہ جو صرف نام کا شیعہ ہوگا، اور عقیدہ و عمل میں دشمنانِ علی کا تابع ہوگا۔ ع

اینہا همه راز است که معلوم عوام است

سوال: (۲۲۳): علماء سے سنا ہے کہ حدیث کا مفہوم ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میری اولاد کا احترام کرو، اگر اچھے ہیں تو خدا کی خاطر اور اگر برے ہیں تو میری خاطر"۔ ادھر حدیث میں وارد ہے ہ "میری بیٹی فاطمہؑ بھی چوری کرتی ہے تو میں ان کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ پہلی امتیں اسی وجہ سے تباہ ہوئیں"۔ کیا یہ تضاد نہیں ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ یہ ایسا سمجھنے والے کی سمجھ کا قصور ہے۔ پہلی حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر میری اولاد سے تمہارے حق میں کوئی غلطی ہوجائے تو اگر وہ نیکوکار ہوں تو خدا کی خاطر اور اگر خطاکار ہوں تو میری خاطر ان کی غلطی سے درگزر کردو۔ ان کی

اہانت نہ کرو۔ لیکن اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں ہے کہ اگر وہ کسی قابلِ حد یا تعزیر جرم کا ارتکاب کریں تو ان پر حد یا تعزیر جاری نہ کرو۔ وہ تو بہرحال جاری ہوگی۔

مگر یاد رہے کہ شرعی حد یا تعزیر کا جاری کرنا اور ہے اور کسی کی توہین کرنا اور، بلکہ ہماری روایات میں تو یہاں تک وارد ہے کہ اگر سادات کرام نیکی کریں تو ان کو عام لوگوں سے دوگنا ثواب ملتا ہے اور اگر برائی کریں تو ان کو عام لوگوں سے دوگنا عذاب ہوتا ہے۔ پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہوئی تھیں کہ وہ حدود خداوندی جاری کرنے میں امیر و فقیر میں تفریق کرتی تھیں۔

یعنی اگر کوئی غریب و نادار کسی جرم کا ارتکاب کرتا تھا تو اسے وہ لوگ سزا دیتے تھے اور اگر وہی جرم کوئی امیر کبیر کرتا تو اس سے درگزر کرتے تھے، جب کہ اسلام اس تفریق کا قائل نہیں ہے، بلکہ اس سلسلہ میں مساوات کا قائل و عامل ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

سوال: (۲۲۴): کیا موت کا ایک دن معین ہے یا موت آگے پیچھے ہوسکتی ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: عام طور پر مشہور یہی ہے کہ:

؎ موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

مگر قرآن و حدیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر گھٹتی بھی ہے اور بڑھتی بھی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے:

وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ

(سورۃ الفاطر: ۱۱)

Presented By: https://jafrilibrary.com

نہ کسی کی عمر بڑھتی ہے اور نہ گھٹتی ہے مگر یہ کہ وہ پہلے سے کتابِ مبین (لوحِ محفوظ) میں ثبت ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر عمر مقررہ وقت سے نہ بڑھ سکتی، اور نہ گھٹ سکتی تو دُعا بھی بیکار ہوتی اور صدقہ وخیرات بھی، اور علاج معالجہ بھی بے فائدہ ہوتا۔ اور دوسری سب تدبیریں بھی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ خداوندعالم کے پاس دو لوحیں ہیں۔

① ایک کا نام "لوح محو و اثبات" ہے جس کے مندرجات کبھی مٹائے جاتے ہیں اور کبھی لکھے جاتے ہیں۔ ارشادِ قدرت ہے: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ (سورۃ الرعد:۳۹) یعنی خدا جو چاہتا ہے وہ لکھ دیتا ہے اور جس لکھے ہوئے کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔ اور یہ بات خداوند عالم کے قادر مطلق اور فاعل مختار ہونے کی ناقابلِ انکار دلیل ہے۔

② دوسری "لوحِ محفوظ" ہے۔ جس میں پہلی لوح کے محو و اثبات کا آخری نتیجہ درج ہوتا ہے۔

اب رہی اس بات کی تحقیق کہ کن باتوں سے عمر بڑھتی ہے اور کن امور سے گھٹتی ہے۔ یہ ایک طویل الذیل بیان ہے۔ تفصیل میری کتاب "احسن الفوائد" میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہاں اس بڑھنے اور گھٹنے کا ایک سبب صلہ رحمی اور قطع رحمی بھی ہے۔ واللہ العالم۔

سوال: (۲۲۵): کیا مرجانے کے بعد کسی انسان نے زندہ ہوکر دوبارہ انسانی معاشرہ میں زندگی گزاری ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں، قرآن وحدیث اور سیر وتواریخ کے مطالعہ سے

ایسے کئی اشخاص وافراد کے نام نظر آتے ہیں جو ایک بار موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے اور انسانی معاشرہ میں دوبارہ زندگی گزارنے کے بعد اپنی طبعی موت مرے۔

جیسے وہ لوگ جو کوہِ طور پر تجلی پروردگار کی وجہ سے ہلاک ہوگئے تھے، اور جناب موسیٰؑ کی دعا واستدعا پر دوبارہ زندہ ہوئے۔ یا جیسے عزیرؑ نے طاعون کی وجہ سے مردہ قوم کو دیکھ کر ازراہِ تعجب کہا تھا کہ خدا ان کو کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اس پر خدا نے ان کو ایک سو سال تک موت دے دی اور دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ یا جن لوگوں کو جناب عیسیٰؑ نے بارگاہِ رب العزت میں دعا واستدعا کرکے دوبارہ زندگی دلوائی تھی۔ الیٰ غیر ذالك من الواقعات۔

سوال: (۲۲۶): کیا رسول کریمؐ یا ائمہ طاہرینؑ سے ایسی مستند ادعیہ و روایات مروی ہیں جن سے عذابِ قبر، فشارِ قبر، سوال وجوابِ قبر، یا عالم برزخ کے دوسرے حالات سے آگاہی ہوتی ہو جن کا آج کل انکار کیا جارہا ہے۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ایسے ادعیہ جات بھی بکثرت پائے جاتے ہیں اور روایات متواترہ بھی اور یہ امور مذہب شیعہ خیرالبریہ کے ان مسلمہ عقائد و نظریات کا حصہ ہیں جن کا منکر کم از کم مذہب شیعہ سے خارج ہے۔ اور اس سلسلہ میں ہماری کتاب "احسن الفوائد" کے علاوہ سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی بحار الانوار کی (سابقہ تقطیع کے مطابق) تیسری جلد کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ و اللہ الموفق و المویدو المعین و ھو خیر الناصرین۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" مئی ۲۰۱۱ء)

سوال: (۲۲۷): بکر کی بیوی سے ناچاقی ہوئی، اس نے ایک مولوی صاحب کو بلوایا اور گواہوں کے سامنے عربی زبان میں طلاق کے صیغے ایک ساتھ پڑھ

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرطلاق دے دی ۔اب کافی مدت ہوچکی ،یعنی ایک سال ہوچکا ہے،اب ان بیک وقت صیغوں کے پڑھے جانے اور طلاق دیے جانے کے بعد بکر بیوی سے رجوع کرسکتا ہے، یا حلالہ نکالنا پڑے گا ۔وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: چونکہ یہ طلاق رجعی ہے،ایک نشست میں جس قدر بھی صیغے پڑھے جائیں ،طلاق ایک ہی سمجھی جاتی ہے اور شوہر رجوع کرسکتا ہے ۔ مگر عدت کے اندر اندر ۔مگر اب تو چونکہ سال گزر چکا ہے،لہٰذا اب رجوع تو نہیں ہوسکتا، البتہ عقد جدید پڑھ کر رشتہ عقد وازدواج کی تجدید کی جاسکتی ہے ۔ حلالہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔

سوال: (۲۲۸): زید نے بیک وقت بیوی کو صیغے پڑھ کر گواہوں کے سامنے طلاق دے دی،اب وہ کسی اور سے عقد نکاح کرسکتی ہے،عدت کتنی ہوگی؟

جواب: باسمہ سبحانہ: طلاق تو صحیح ہے اور جہاں تک عدت کا تعلق ہے وہ تحقیقی قول کے مطابق تین طہر ہے ۔ایک طہر وہ جس میں طلاق دی گئی، دوسرا طہر وہ ہوگا جب عورت ایام مخصوصہ کے بعد غسل کرے گی،اور جب دوسری بار ایام سے پاک ہوگی تو یہ تیسرا طہر متصور ہوگا ۔اس اثنا میں شوہر رجوع کرنے کا حق رکھتا ہے ۔

سوال: (۲۲۹): اگر مسنونہ خطبات وکلمات نکاح نہ پڑھے جائیں اور صرف ایجاب وقبول ہوتو کیا عقد منعقد ہوجائے گا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: عقد نکاح کے ارکان تین ہیں:

①ایجاب عورت کی طرف سے ②قبول مرد کی طرف سے ③اور حق مہر ۔

ان امور ثلاثہ کی انجام دہی سے عقد نکاح واقع ہوجاتا ہے ۔خطبہ وغیرہ پڑھنا بہرحال مستحب ہے، وہ صحت نکاح کی شرط نہیں ہے، اور نہ ہی واجب

ہے ۔کما لا یخفیٰ ۔

سوال: (۲۳۰): جو بھی رؤیت کا دعویٰ کرے اس کو جھوٹا سمجھو ۔ (انوار النجف جلد ۲ صفحہ ۲۱۳) کیا امام زمانہؑ بالمشافہ ملاقات فرماتے ہیں، یا خواب میں زیارت کراتے ہیں ۔کسی بزرگ یا جید عالم ومجتہد کو بلا واسطہ خواب یا کسی اور طریقہ سے رہنمائی فرماتے ہیں ۔ روایات کیا ہیں؟ فقہی مسائل میں وہ مسائل کہاں کہاں درج ہیں،جن میں غیبت کبریٰ میں امام زمانہؑ نے کسی مجتہد کی راہنمائی فرمائی ہو اور اس مجتہد نے فتویٰ تبدیل کیا ہو؟ آئے دن لوگوں کو راستہ دکھانے اور خصوصاً خواب میں امام زمانہؑ اور دوسرے معصومینؑ کی زیارت وملاقات کے قصے بیان ہوتے ہیں ۔مگر ایران وعراق یا آج کل نجف اشرف اور کوفہ وکربلا کے حالات، اور آیات اللہ آج خود جس مخمصہ میں پھنسے ہوئے ہیں،ان کی راہنمائی کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: باسمہ سبحانہ: محقق طوسی علیہ الرحمہ نے تجرید الاعتقاد میں بڑے پتے کی بات کہی ہے: "وجود الامام لطف و تصرفه لطف اٰخر وعدمه منا" کہ امام کا وجود ایک لطف اِلٰہی ہے اور ان کا تصرف کرنا اور اپنے وظائف انجام دینا دوسرا لطف ہے ۔اور اگر ہم اب اس دوسرے لطف سے محروم ہیں کہ امام اپنے مقررہ وظائف کو انجام نہیں دے رہے تو اس کا باعث ہم خود ہیں کہ ہماری ہی کج رفتاری وناہنجاری کی وجہ سے وہ پردۂ غیبت میں روپوش ہوئے ہیں ۔ بنا بریں پردۂ غیبت سے نکل کر اور منصۂ شہود پر آ کر ہماری راہنمائی کرنا ان کے فرائض میں شامل نہیں ہے ۔سچ ہے کہ "خود کردہ را علاجے نیست" ۔

اسی لیے امام کے ناحیۂ مقدسہ سے یہ توقیع صادر ہوئی کہ جو شخص یہ بڑ ہانکے کہ اس کی امام زمانہؑ سے ملاقات ہوتی ہے،یعنی وہ امامؑ کی خدمت میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

حاضر ہوتا ہے، یا امامؑ اس کے ہاں تشریف لاتے ہیں، امامؑ نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ چلو دعوائے ملاقات کی ممانعت وارد ہوئی ہے، لیکن فی الحقیقت ملاقات ہوسکتی ہے یا نہ؟ تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ اس بات کے امکان عقلی میں تو کوئی کلام نہیں ہے۔ مگر ساری بحث کا محور تو یہ ہے کہ آیا یہ امکان کبھی وقوع پذیر بھی ہوا ہے یا نہ؟

اگرچہ واقعات و روایات سے تو کتابیں بھری پڑی ہیں۔ مگر یقین و اذعان اور اطمینان جنان کے ساتھ اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا کرے تو اس کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر امام زمانہؑ رہنمائی کریں تو یہ ان کا لطف و کرم ہے۔ ورنہ یہ بات ان کے فرائض و وظائف میں داخل نہیں ہے۔ واللہ العالم بحقائق الامور۔

سوال: (۲۳۱): غیبت کبریٰ میں امام زمانہؑ کا کردار اور ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جوامر مختلف اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ امام زمانہؑ اس وقت چند امور کو انجام دیتے ہیں:

① سب سے پہلے عبادت پروردگار کرتے ہیں۔

② اپنے شیعوں اور موالیوں کے لیے دعائے خیر، اور دشمنان سے حفاظت کی دعاء و پکار کرتے ہیں۔

③ سیّد الشہداءؑ کے مصائب و آلام پر گریہ و بکا کرتے ہیں۔

④ انتظار ظہور و امید کشائشِ کار وغیرہ وغیرہ۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" جون ۲۰۱۱ء)

سوال: (۲۳۲): امام زمانہ کا فرمان کہ میں علماء پر حجت ہوں اور وہ یعنی علماء

عوام پر حجت ہیں، اس حجت کے کیا معنی اور کیا دائرہ ہے؟۔

جواب: باسمہ سبحانہ: قرآن و سنت کے نقطۂ نگاہ سے بندوں پر خدا کی طرف سے حجت نبی و امام ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ (سورۃ النساء: ۱۶۵)

میں نے رسولوں کو مبشر و منذر بنا کر بھیجا، تاکہ بندوں پر حجت تمام ہوجائے اور وہ کوئی عذر پیش نہ کرسکیں۔

مگر عارضی طور پر علماء کرام بھی عوام پر حجت ہیں۔ کیونکہ وہ امام زمانہؑ کی غیبت کبریٰ میں دینی حقائق بیان کر کے لوگوں پر حجت تمام کرتے ہیں۔

لہٰذا ان کے وضاحتی کلام و بیان کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے نیکی و بدی کا کوئی علم نہیں تھا۔ اس لیے بدی کی ہے۔ قد تبین الرشد من الغی۔

سوال: (۲۳۳): امامؑ علماء پر حجت اور علماء عوام پر حجت ہیں۔ کیا امام زمانہؑ نے ولایت فقیہ یعنی ولی فقیہ کا بھی تصور دیا ہے۔ ولی فقیہ کے انتخاب اور اس کے معزول ہونے کا طریقہ کیا ہوگا؟ ولی فقیہ اور پھر ہر مجتہد کی علیحدہ توضیح المسائل یعنی رسالہ عملیہ ہوگا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: امام زمانہؑ کے زمانہ غیبت کبریٰ کے دور میں نواب امام یعنی علماء و مجتہدین کے اختیارات کا دائرہ کار کس قدر ہے؟ یہ مسئلہ قدیم الایام سے معرکۃ الآراء رہا ہے۔ مگر علماء محققین نے ہمیشہ اس سے فقہاء کے محدود اختیارات کا نظریہ اختیار کیا ہے کہ زمانہ غیبت کبریٰ کے دور میں احکام شریعت، حقائق اسلام اور مسائل حلال و حرام بیان کرنے میں نائب امام ہیں۔ لہٰذا وہ نبی و امام کے ہر اختیار کے نائب نہیں ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

بنابریں یہ نظریہ کہ اس دور میں ایک فقیہ کو ہر وہ اختیار حاصل ہے جو نبی و امام کو حاصل ہوتا ہے۔ اور پھر اس پر ولی فقیہ کا اطلاق بظاہر یہ نظریۂ ضرورت کی پیداوار ہے۔ واللہ العالم۔

سوال: (۲۳۴): کیا باپ یا دادا یا بھائی کنواری لڑکی بالغہ، عاقلہ اور باشعور رشیدہ کو اس کی رضا مندی کے بغیر کسی کے نکاح میں دے سکتے ہیں؟ نیز کیا ایک عاقلہ بالغہ اور رشیدہ و باشعور کنواری لڑکی باپ دادا بھائی کی رضا مندی کے بغیر اپنے آپ کو کسی کی زوجیت میں دے سکتی ہے؟ لڑکی پر ولی کی اختیاری حیثیت کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ مسئلہ ہمارے علماء وفقہاء کے درمیان نہایت ہی اختلاف کی آماجگاہ ہے۔ اور اس میں کم از کم پانچ قول ہیں۔ مگر جس نظریہ پر محقق اور محتاط فقہاء کا اتفاق ہے (اور جو ہمارے نزدیک بھی اظہر و اقویٰ ہے) وہ یہ ہے کہ اس صورت میں لڑکی اور اس کے ولی شرعی (یعنی باپ اور دادا۔ بھائی ولی نہیں ہے) کے درمیان ولایت مشترکہ ہے۔ یعنی نہ ولی شرعی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ لڑکی کی رضا مندی کے بغیر جس سے چاہے لڑکی کا عقد نکاح کر دے اور نہ ہی لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ولی شرعی کو نظر انداز کر کے جس سے چاہے شادی رچالے۔

بلکہ صحیح عقد و ازدواج وہ ہوگا جس پر ہر دو فریقین یعنی لڑکی اور اس کا ولی شرعی دونوں رضامند ہوں گے۔ تفصیل دیکھنے کے خواہش مند حضرات ہماری فقہی کتاب "قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ" جلد ۲ کی طرف رجوع فرما کر اطمینانِ قلب حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال: (۲۳۵): آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ نے دنیائے جوان نامی

کتاب میں جو کہ دارالثقلین کراچی سے شائع ہوئی ہے، کے صفحہ ۱۵۷ پر (سوال) "کیا ڈاڑھی صاف کرنا واضح طور پر حرام ہے؟" کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: "ہمارے ہاں حرام نہ ہونا ثابت ہے"..... آگے فرماتے ہیں کہ: "آیت اللہ خوئی احتیاط کے قائل تھے۔ آپ نے اس کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دیا"۔ قبلہ صاحب! قرآن وحدیث سے شرعی نقطہ نظر واضح فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: علماء اسلام میں یہ مسئلہ قدیم الایام سے متنازعہ فیہ ہے۔ برادرانِ اسلامی کے ہاں مشہور یہ ہے کہ "داڑھی رکھوانا سنت ہے"۔ جبکہ ہمارے علماء وفقہاء کے نزدیک نہ صرف مشہور یہ ہے کہ اس قدر رکھوانا کہ چہرہ پر ڈاڑھی نظر آئے، واجب اور منڈوانا یا مشابہ بحلق باریک کرانا حرام ہے۔ بلکہ کئی علماء کرام نے اس پر علماء شیعہ کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

اور ہم نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بنام "حرمت ریش تراشی قرآن وسنت کی روشنی میں" سپردِ قلم وقرطاس کیا ہے۔ جو قابلِ دید ہے۔ اس کا مطالعہ فرما کر اطمینانِ قلب حاصل فرمائیں۔

سوال: (۲۳۶): کیا والدین کی اطاعت واجب ہے؟ قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں، ہمارے یہاں مشہور یہی ہے جسے قرآن وسنت کی بھی تائید حاصل ہے کہ جب تک والدین کوئی خلافِ شریعت حکم نہ دیں، تب تک ان کی اطاعت واجب ہے۔ ہاں البتہ جب وہ کوئی خلافِ شرع حکم دیں تو پھر امیر علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق کہ "لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" جہاں خدا کی نافرمانی لازم آئے وہاں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (ماہنامہ "دقائق اسلام" جولائی ۲۰۱۱ء)

Presented By: https://jafrilibrary.com

سوال: (۲۳۷): آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ نے کتاب مذکور کے صفحہ ۳۰۳ پر دینی قصیدوں کے اشعار کو موسیقی کے ساتھ سننا جائز قرار دیا ہے۔ قرآن وحدیث سے کیا واضح ہوتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: میں نے اپنے رسالہ اصلاح المجالس و المحافل اور قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفر یہ جلد ۲ میں قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ غنا یعنی موسیقی کی حرمت زنا کی طرح اس طرح ذاتی ہے کہ قابلِ تخصیص بھی نہیں ہے۔ لہٰذا موسیقی بہرحال حرام ہے۔ لیکن اگر کسی عبادت وسعادت کے کام میں جیسے تلاوت قرآن یا اذان یا مراثی میں اس کا ارتکاب کیا جائے تو اس کی حرمت میں اور بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ "لانہ معصیۃ فی محل العبادۃ"

یہی وجہ ہے کہ مشہور فقہی کتاب العروۃ الوثقیٰ جو پانچ فقہاء کے حواشی کے ساتھ عراق سے شائع ہوئی ہے، اس میں صاف لکھا ہے کہ: "لا فرق فی حرمتہ بین ان یکون فی قرآن او اذان او رثاء او غیر ذلک" یعنی غنا وموسیقی کی حرمت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ قرآن کی تلاوت میں ہو یا اذان میں، یا جناب سید الشہداؑ کے مرثیہ وغیرہ میں۔ ھذا ھو الحق الحقیق بالاتباع لاما حررہ السید فضل اللہ۔

سوال: (۲۳۸): آیت اللہ مذکور نے کتاب مذکور کے صفحہ ۲۷۶ پر رقم فرمایا ہے کہ آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی مردوں کے مردوں میں اور خواتین کے خواتین میں رقص کو مباح سمجھتے ہیں۔ بشرطیکہ شہوت انگیز نہ ہو۔ قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: سرکار آیت اللہ الخوئی اعلیٰ اللہ مقامہ کے کسی ایسے فتویٰ کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ رقص جس کے معنی

ناچنے کے ہیں، یہ شریفوں کا کام نہیں بلکہ ڈوم ڈلوں کا کام ہے اور اسلام ہرگز کسی ایسے گھٹیا کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا، جو کسی شریف آدمی کی شرافت پر بدنما دھبا ہو۔ ویسے یہ شرط بھی قابلِ غور ہے کہ بشرطیکہ شہوت انگیز نہ ہو۔ بھلا وہ کونسا رقص ہے بالخصوص عورتوں کا جو شہوت انگیز نہ ہو؟ لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

سوال: (۲۳۹): نیک بخت بطن مادر میں بھی نیک بخت ہوتا ہے اور بدبخت بطن مادر میں بھی بدبخت ہوتا ہے۔ الحدیث۔ جبر وقدر کے حوالہ سے اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ خداوند عالم جس کا علم ازلی وابدی ہے وہ اس بچہ کے انجام کو جانتا ہے جو ہنوز شکم مادر میں ہے کہ بڑا ہوکر اپنے عزم وارادہ سے نیک بخت ہوگا یا بدبخت ہوگا؟ اور ظاہر ہے کہ علم کا معلوم کے عمل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس میں صرف عالم کا کمال ہوتا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جب بچہ بطن مادر میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر نیک بختی یا بدبختی کو مقدر کر دیتا ہے اور اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ کیونکہ یہ بات عدلِ خداوندی کے منافی ہے۔ اور بندہ کے فاعل مختار ہونے کے بھی مناقض ہے جو کہ ناقابلِ رد دلائل سے ثابت ہے۔

سوال: (۲۴۰): کیا ایک عورت مجتہدہ بن سکتی ہے؟ تو پھر اس کی تقلید جائز ہوگی۔ اگر نہیں تو کیوں؟ جب کہ مرد اور عورت دونوں پر علم کا حصول لازم ہے۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں بن سکتی ہے، مگر فقہاء امامیہ کا اتفاق ہے کہ چند منصب اتنے جلیل القدر ہیں کہ عورت ان پر فائز نہیں ہوسکتی۔

① مردوں کو امامت کرانا یعنی نماز پڑھانا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

② قضاوت کے منصب پر فائز ہونا، اور لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کرنا ۔

③ تقلید کرانا کہ لوگ اس کی تقلید کریں ۔

ہاں اگر وہ مجتہدہ ہے تو عورتوں کو احکام بتا سکتی ہے ۔ امر و نہی کا فریضہ ادا کر سکتی ہے اور تبلیغ دین بھی کر سکتی ہے ۔ علم خود ایک زیور ہے اور زیب و زینت کا باعث ہے ۔ تقلید کرنا کرانا اس کا جزء لاینفک تو نہیں ہے ۔

سوال: (۲۴۱): ولایت تصرف، و ولایت تکوینی کا مفہوم و حقیقت کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جو لوگ معصومینؑ کی ولایت تکوینی کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نہیں ہے بلکہ پندرہ ہیں، ایک اللہ تعالیٰ اور دوسرے چہاردہ معصومین علیہم السلام ۔ جب کہ حقیقت الامر یہ ہے اور مذہب اہل بیتؑ کی تعلیم و تلقین بھی یہ ہے کہ کائنات ارضی و سماوی میں جس طرح چاہے اس طرح تصرف کرنا اور امور تکوینیہ از قسم خلق کرنا و رزق دینا اور موت و حیات مقرر کرنا، بیمار کو صحت عطا کرنا، اور مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دینا وغیرہ امور کو انجام دینا صرف ذاتِ خداوندی کا خاصہ ہے ۔ "الذی بیدہ ملکوت کل شئ" جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کی باگ ڈور ہے ۔ اس کی ذات، صفات، افعال اور عبادت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے ۔ "یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید" ان باتوں میں کوئی بھی مخلوق اس کے ساتھ شریک نہیں ہے ۔

لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے سوا کوئی اور ہستی بھی ان تصرفات کونیہ میں اللہ کے ساتھ شریک ہے، اور اس کے صرف ارادہ اور کُن کہنے سے کائنات میں تغیر و تبدل واقع ہو جاتا ہے ۔ یہ وہ شرک جلی ہے جو کہ خداوندعالم کے نزدیک قابلِ عفو و مغفرت نہیں ہے ۔ "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما

دون ذلک لمن یشاء" بڑے قلبی دکھ اور درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس چیز کا نام ائمہ اہل بیتؑ کے عہد میں تفویض تھا، جس کے قائلین پر انھوں نے لعنت بھیجی ہے اور جس کو تیرھویں اور چودھویں صدی میں شیخیت کا نام دیا گیا، آج بدقسمتی سے اسی چیز کا نام ایک نئے اور خوش نما غلاف میں لپیٹ کر ولایت تکوینی رکھ دیا گیا ہے ۔

ع نیا جال لائے پرانے شکاری

دعا ہے کہ خداوندعالم ہماری قوم کو قرآن پڑھنے اور سمجھنے اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے کلام حق ترجمان کے پڑھنے اور سمجھنے اور اس کے مطابق عقیدہ رکھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خود تراشیدہ عقیدہ و عمل سے دامن بچانے کی سعادت مرحمت فرمائے ۔ بجاہ النبی و آلہ ۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" اگست ۲۰۱۱ء)

سوال: (۲۴۲): استخارہ کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کب، کیوں، اور کیسے کیا جاتا ہے؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: استخارہ کے لغوی معنی تو "طلبِ خیر" کے ہیں ۔ مطلب یہ کہ جب کوئی شخص کوئی جائز کام کرنا چاہے تو خداوندعالم سے طلب خیر کرے کہ وہ ذات جامع جمیع صفات اس کام میں خیر و برکت عطا فرمائے اور وہ کام بخیر و خوبی انجام پذیر ہو جائے ۔ وہ دعاء استخارہ جو صحیفہ کاملہ میں موجود ہے وہ اسی معنی کے لحاظ سے ہے ۔

ہاں البتہ استخارہ کا وہ عام مفہوم جو لوگوں کے ذہنوں میں جاگزین ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو اس کے کرنے کے سلسلہ میں خداوندعالم سے مشورہ کیا جائے کہ میں وہ کام کروں یا نہ کروں ۔ اور پھر اس

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے مختلف طریقے ہیں ۔ استخارہ ذات الرقاع بھی ہے (جو سب سے زیادہ مستند و معتبر ہے) تفائل بالقرآن بھی ہے اور تسبیح پر بھی کیا جاتا ہے ۔

حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے استخارہ کے انواع و اقسام پر ایک پورا رسالہ بنام "مفاتیح الغیب" لکھا ہے ۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ جب کوئی اہم کام کرنا ہو تو سب سے پہلے عقل و خرد سے سوچنا چاہیے، اور اس کام کے مثبت و منفی پہلوں پر غور و فکر کر کے کوئی مناسب فیصلہ کرنا چاہیے ۔ اور اگر وہ معاملہ اتنا گھمبیر ہو کہ آدمی کی عقل و خرد کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو پھر دیندار اور معاملہ فہم حضرات سے مشورہ کرنا چاہیے کہ ایسا کرنے سے ضرور کوئی مثبت فیصلہ سامنے آجاتا ہے ۔

اور اگر بالفرض مشورہ کرنے سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو پھر تیسرے نمبر پر استخارہ کی نوبت آتی ہے ۔ یہ جو عام رواج ہو گیا ہے کہ نہ عقل سے سوچا جائے، نہ کسی سے مشورہ کیا جائے، اور تیسرے نمبر والے استخارہ کو پہلے نمبر پر لا کر کسی خشک مقدس سے استخارہ کرایا جائے، یہ روش بہر حال غلط ہے اور قابلِ مذمت ہے ۔

سوال: (۲۴۳): "رب الارباب" کے لفظ سے "ارباب" کا تصور اُبھرتا ہے ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: بے شک یہ تصور اُبھرتا ہے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ خدا، رسولِ خدا، اور ائمہ ہدیٰؑ کی نگاہ میں بھی وہ رب ہیں ۔ بلکہ اس لفظ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جن اصنام وغیرہ کو مشرک لوگ "رب" مانتے ہیں، ہمارا پروردگار ان کا بھی رب اور پروردگار ہے ۔ جناب یوسفؑ اپنے ساتھی قیدیوں سے فرماتے ہیں: "أ ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار" میرے ساتھیو! تم ہی بتاؤ کہ آیا بہت سے ربوں کو ماننا بہتر ہے یا ایک قہار و جبار

پروردگار کو ماننا بہتر ہے؟

تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت یوسفؑ مشرکوں کے ربوں کو رب مانتے تھے؟ دعا میں وارد ہے کہ: یا اللہ الآلھہ! اے الہوں کے الٰہ! (مفاتیح الجنان) تو اس کا یہ مطلب ہے کہ امام علیہ السلام مشرکین کے خداؤں کو خدا مانتے تھے؟ نہیں، ہرگز نہیں ۔ بلکہ اس کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ جن بتوں کو کفار و مشرکین اِلٰہ اور خدا مانتے ہیں، ہمارا خدا ان کا بھی اِلٰہ اور خدا ہے ۔

سوال: (۲۴۴): ایمان اور اطمینانِ قلب میں کیا فرق ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ایمان کے معنی حاکم اعلیٰ کی بات، حکم ماننے اور تسلیم کرنے کے ہیں ۔ خواہ دل مطمئن ہو یا نہ ہو ۔ اور اطمینانِ قلب تسلی و تشفی کا نام ہے جو اصل حقیقت کا مشاہدہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے ۔ حضرت ابراہیمؑ بارگاہِ خدا میں درخواست کرتے ہیں کہ مجھے آنکھوں سے دکھا تو مُردے کس طرح زندہ کرتا ہے؟

ارشادِ قدرت ہے: "اولم تومن" اے خلیلؑ کیا اس پر تیرا ایمان نہیں ہے کہ میں مُردے زندہ کر سکتا ہوں؟ جناب خلیلؑ عرض کرتے ہیں "بلیٰ" ایمان تو ہے ۔ "ولکن لیطمئن قلبی" پر میں اطمینانِ قلب چاہتا ہوں، آنکھوں سے دیکھ لوں تا کہ دل مطمئن ہو جائے ۔

سوال: (۲۴۵): شیخ مفیدؒ کو شیخ مفید کیوں کہتے ہیں؟ ان کا اصل نام کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ کا نام نامی اور اسم گرامی شیخ محمد بن محمد ہے اور لقب مفید ہے جو کہ بعض اخبار و آثار کی بنا پر آپ کو یہ لقب حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے عطا فرمایا تھا (قصص العلماء تنکابنی) اور ویسے مفید کے عمومی معنی فائدہ پہنچانے والا ۔ اور ان جناب

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے علمی و عملی فوائد و عوائد اور کارناموں سے مذہب شیعہ چھلک رہا ہے ۔ ع

سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" ستمبر ۲۰۱۱ء)

سوال: (۲۴۶): معصومؑ کا عمل اس کے جواز کی علامت ہے وجوب کی نہیں ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب بڑا واضح ہے، چونکہ معصوم اپنی عصمت کی وجہ سے کسی ناجائز اور حرام کام کا ارتکاب نہیں کرتا، لہٰذا اس کا کسی کام کو انجام دینا اس بات کی قطعی دلیل ہوگی کہ وہ کام جائز ہے ۔ یعنی اگر ناجائز ہوتا تو معصوم وہ کام ہرگز نہ کرتا ۔ اب اس بات کی تحقیق کہ وہ کام واجب ہے یا مستحب ہے یا صرف مباح؟ اس کا تعین دوسرے دلائل کی روشنی میں کیا جائے گا ۔ **وھو اوضح من ان یخفیٰ**۔

سوال: (۲۴۷): کیا اِسلام عورت کی سربراہی، وزارتِ عظمیٰ، صدارت، افواج کی کمانڈر شپ، یا جج ہونے کو حرام قرار دیتا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں اہلِ اِسلام کے ہاں مشہور یہی ہے اور بظاہر یہی قول منصور بھی ہے ۔ کیونکہ مرد و عورت کی خلقت اور ساخت میں جو نمایاں فرق ہے اور عقلاً و شرعاً ان کے جو الگ الگ وظائف و فرائض مقرر و متعین ہیں، ان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ کام مرد انجام دیں ۔

کیونکہ ان کاموں کی انجام دہی میں مردانگی لازم ہے ۔ عورتوں کی نسوانیت ان فرائض کی کماحقہٗ ادائیگی سے مانع ہے ۔ اور یہ بات ماہرین نفسیات پر عیاں راچہ بیاں کی مصداق ہے ۔ الغرض

ع ہر کسے را بہر کارے ساختند

اور ظاہر ہے کہ

ع جس کا کام اسی کو ساجھے

سوال: (۲۴۸): لڑکی پر اس کے ولی کے اختیارات کی حدود کیا ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: لڑکی ہو یا لڑکا، ہر دو پر ولی شرعی (باپ دادا) کا ایک بڑا حق تو یہ ہے کہ اس کا احترام کیا جائے اور اس کا ہر وہ حکم جو خلافِ شرع نہ ہو، اس کی اطاعت کی جائے ۔ اور تیسرا حق یہ ہے کہ لڑکی اگر کسی سے عقد نکاح کرنا چاہے تو اپنے ولی کی اجازت سے کرے ۔ جیسا کہ مسئلۂ ذیل میں اس کی وضاحت کی جارہی ہے ۔

سوال: (۲۴۹): ایک بالغ کنواری لڑکی والد یا دادا کی خواہش کے خلاف اگر کسی سے نکاح کرے تو کیا عقد باطل ہوگا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے فقہاء و مجتہدین کے فتاویٰ میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے ۔ بعض فقہاء نابالغی کی طرح اب بھی سب معاملہ ولی کے ہاتھ میں دیتے ہیں، اور بعض اسے مختار مطلق جانتے ہیں اور جو محقق اور محتاط فقہاء ہیں وہ ولایت مشترکہ کے قائل ہیں ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تنہا لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ باپ دادا کو نظر انداز کر کے محض جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی اقدام کرے اور نہ ہی اس کے ولی شرعی کو یہ حق حاصل ہے کہ بھیڑ بکریوں کی طرح جس کے چاہے گلے میں مڑھ دے ۔ بلکہ صحیح شرعی عقد وہ متصور ہوگا جس میں لڑکی کے جذبات و احساسات کو بھی مدنظر رکھا جائے اور باپ دادا کے تجربات و مشاہدات کو بھی سامنے رکھا جائے ۔

لہٰذا اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ اگر لڑکی لو میرج کرے تو مباشرت سے پہلے ولی کو راضی کرے اور ولی کسی اور جگہ اس کا عقد کرنا چاہے تو پہلے طلاق

Presented By: https://jafrilibrary.com

حاصل کرے ۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل مع الدلائل قوانین الشریعہ کی دوسری جلد میں دیکھی جاسکتی ہے ۔ واللہ ولی التوفیق ۔

سوال: (۲۵۰): کیا اسلام متعہ کو ایک طبیعی حق قرار دیتا ہے کہ انسان چاہے اس سے اِستفادہ کرے یا یہ قانون خاص حالات کے لیے ہے ۔ یعنی مشکل کے لئے؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس مسئلہ کی نوعیت بالکل نماز قصر جیسی ہے کہ وہ جس طرح حالت سفر میں اور کفار سے خوف کی وجہ سے قصر ہوتی تھی، اور فتح مکہ کے بعد بعض اصحاب نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا تھا کہ اب تو خوف امن کے ساتھ تبدیل ہو چکا ہے تو اب قصر کیوں کریں؟ تو حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک تحفہ دیا ہے تو اسے کیوں رد کرتے ہو؟ (تفسیر درمنثور)

بلاتشبیہ اسی طرح عقد متعہ میں خاص حالات میں جائز قرار دیا گیا تھا کہ جب مسلمان کئی ہفتوں تک گھر بار سے دور رہتے تھے اور جنسی خواہش کے ہاتھوں ارتکاب گناہ کا اندیشہ ہوتا تھا، تو اس ضرورت کے تحت عقد منقطع مقرر کیا گیا ۔ مگر جب یہ ضرورت باقی نہ بھی رہی تو اسے اپنی اباحت پر برقرار رکھا گیا ہے ۔

لہٰذا اب یہ بطور طبیعی حق کے جائز ہے اور اس سے ہر وقت استفادہ کیا جاسکتا ہے ۔ بشرطیکہ عزت و آبرو کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو ۔ واللہ العالم ۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" اکتوبر ۲۰۱۱ء)

سوال: (۲۵۱): کیا ازدواج ایک طبیعی مسئلہ ہے یا کسی خاص مشکل کے حل کے لیے وضع کیا گیا قانون ہے ۔ انسان ابتداء ہی سے چار شادیاں کرسکتا ہے یا کسی عائلی مشکل کے حل کے طور پر اختیار ہے؟ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: بعض اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے عقد و ازدواج کے سلسلہ میں کوئی حد بندی نہ تھی ۔ ایک مرد بے شمار عورتوں سے شادی کرسکتا تھا ۔ مگر اسلام جو دین فطرت ہے، اس نے اس کی چار بیویوں تک حد بندی کردی ہے ۔ اور یہ ایک فطری و طبیعی امر ہے ۔ جس کے کئی علل و اسباب ہیں:

① شماریات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے ۔

② مرد جنگوں میں زیادہ مرتے ہیں ۔

③ عورت حیض، نفاس اور استحاضہ کی وجہ سے مباشرت کے قابل نہیں ہوتی، جب ایک ہوگی تو کبھی حیض، کبھی نفاس اور کبھی بیماری تو ممکن تھا کہ مرد گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس کے سد باب کے لیے تعدد ازدواج کو اسلام نے جائز قرار دیا ۔

④ اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ مرد میں عورت کی نسبت شہوت زیادہ ہوتی ہے ۔

بہرحال ان وجوہ کی بنا پر مردوں کی ضرورت اور عورتوں کی کھپت کے لیے اسلام نے چار شادیوں کی مرد کو اجازت دی ہے ۔ مگر عدل و انصاف کی شرط کے ساتھ ۔ بصورت دیگر ایک ہی زوجہ پر اکتفا واجب ہے ۔

سوال: (۲۵۲): تمام انسان پاک ہیں، چاہے وہ مسلمان ہوں، چاہے کافر۔ کیونکہ کوئی بھی انسان فطرۃً نجس نہیں ہے ۔ کسی بھی انسان کی ذاتی نجاست کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے ۔ شہید آیت اللہ سید محمد باقر الصدر کی رائے یہی ہے کہ تمام انسان پاک ہیں ۔ حوالہ از دنیائے جواں صفحہ ۲۵۸، آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ ۔ شرعی نقطۂ نظر کی وضاحت فرمائیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر انسان ذاتاً پاک

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے ۔ کیونکہ "کل مولود یولد علیٰ فطرۃ الاسلام" ہاں البتہ جب وہ کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہوجائے تو پھر اس کی وجہ سے نجس العین ہوجاتا ہے ۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے: "انما المشرکون نجس" یعنی مشرک نجس ہیں ۔ "فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا" ۔ لہٰذا اس سال (فتح مکہ) کے بعد وہ مسجد الحرام کے قریب نہ آئیں ۔ یہی نظریہ ہمارے تمام محقق علماء اعلام کا ہے ۔ تمام مشہور فقہی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں ۔

سوال: (۲۵۳): اہل کتاب کے مذبح کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز نکاح کے بارے میں وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ بات ہمارے مذہب میں اجماع و اتفاق کی حد تک ثابت ہے کہ ذبح میں ذابح کا مسلمان ہونا شرط ہے ۔ اور اس شرط پر اخبار کثیرہ دلالت کرتے ہیں ۔

اور جہاں تک اہل کتاب سے نکاح کرنے کا تعلق ہے تو وہ بھی عند المحققین جائز نہیں ہے ۔ اس موضوع کی پوری تحقیق قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ میں دیکھی جاسکتی ہے ۔ اور غالباً پہلے بھی ان سوالات میں سے کسی سوال کے جواب میں وضاحت کی جاچکی ہے ۔

سوال: (۲۵۴): آیت اللہ سید ابوالقاسم خوئی مردوں کے مردوں میں اور عورتوں کے عورتوں میں رقص کو مباح سمجھتے ہیں، بشرطیکہ شہوت انگیز نہ ہو ۔ حوالہ کتاب مذکورہ صفحہ ۲۷۶ ۔ آپ کیا وضاحت فرماتے ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ مرحوم نے اس بات کی نسبت سرکار آیت اللہ الخوئی کی طرف دی ہے ۔ ہم نے براہِ راست ان کی کسی کتاب میں ان کا یہ فتویٰ نہیں پڑھا ۔ یہ عجیب بات ہے کہ فتویٰ جواز کا ہے مگر یہ

شرط عائد کی جاتی ہے کہ وہ (رقص) شہوت انگیز نہ ہو ۔ یہ شرط تو اس (رقص) کو مطلقاً حرام قرار دیتی ہے ۔ کیونکہ ہر رقص ضرور شہوت انگیز ہوتا ہے ۔ کما لا یخفیٰ ۔ علاوہ بریں رقص کرنا شرفاء کا کام نہیں ہے ۔

سوال: (۲۵۵): آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا دینی قصیدوں کے اشعار کو موسیقی کے ساتھ سننا جائز ہے؟ جواب ارشاد ہوا جائز ہے ۔ حوالہ کتاب مذکورہ صفحہ ۳۰۲ ۔ آپ شرعی نقطہ نظر کی وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: موسیقی جسے عربی زبان میں غنا، فارسی میں سرود، اردو اور ہندی میں گانا کہا جاتا ہے، یہ مطلقاً حرام ہے ۔ اور محققین کے نزدیک اس کی حرمت ایسی ذاتی ہے کہ زنا کی طرح قابلِ تخصیص بھی نہیں ہے ۔ اور اگر کسی عبادت کے کام میں اس کا ارتکاب کیا جائے تو پھر اس کا عذاب دوگنا ہوتا ہے ۔ اس بات کی مزید تحقیق مشہور فقہی و درسی کتاب المکاسب میں اور میرے رسالہ اصلاح المجالس اور اصلاح الرسوم اور قوانین الشریعہ میں مذکور ہے ۔

سوال: (۲۵۶): موصوف سے سوال ہوا کہ کیا بانسری سننا جائز ہے؟ جواب دیا: اگر غم انگیز موسیقی بجائی جائے تو حرام نہیں ہے ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب اوپر والے سوال (نمبر ۲۵۵) کے جواب سے واضح و عیاں ہے ۔ لہٰذا اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے ۔

سوال: (۲۵۷): سوال ہوا کہ کیا غم انگیز گانوں یا ایسے گانوں کا سننا جائز ہے جو شہوت کو نہ ابھارتے ہوں؟ جواب میں فرمایا کہ اگر گانے کے اشعار باطل اور ایسے کلمات پر مشتمل نہ ہوں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو سننا جائز ہے ۔ (رسالہ مذکور صفحہ ۲۵۵) آپ کیا فرماتے ہیں؟ وضاحت فرمائیں ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب سابقہ سوالوں کے جوابات سے روزِ روشن کی طرح روشن ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب موصوف کی نظر میں غنا فی حد ذاتہٖ حلال ہے۔

ہاں البتہ بعض عوارض جیسے شہوت کو ابھارنا یا باطل کلمات پر مشتمل ہونا وغیرہ کی وجہ سے حرام ہوتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ غنا فی حد ذاتہٖ اپنے ذاتی مفاسد کی وجہ سے حرام ہے۔ لان الغنا آلۃ الزنا۔

سوال: (۲۵۸): کیا معصومینؑ سے کوئی ایسی ادعیہ جات یا مستند عمل موجود ہے جنھیں بجالاکر بالمشافہ یا خواب میں ان کی زیارت ہوسکتی ہو، یا ہوتی ہو۔

جواب: باسمہ سبحانہ: مفاتیح الجنان میں اس قسم کے بعض اعمال مذکور ہیں جن کی برکت سے بعض بزرگوں کی خواب میں زیارت کی جاسکتی ہے۔ آپ بھی آزمائیں۔ شاید قسمت یاوری کرے۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" نومبر و دسمبر ۲۰۱۱ء)

سوال: (۲۵۹): پاکستان میں کئی جگہوں پر مومنین باتمکین آگ پر ماتم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ معجزہ ہے کہ وہ جلتے بھی نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تو جناب ابراہیمؑ کے واقعہ میں آگ کو گلزار بنانے پر فخر فرمایا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اصطلاح شریعت میں معجزہ اس خارق عادت فعل کو کہا جاتا ہے جو خداوند عالم کسی نبی یا وصی کی صداقت وحقانیت ظاہر کرنے کی خاطر ان کے ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے۔ جیسے جناب خلیل خداؑ پر آتش نمرودی کا گل و گلزار بنانا، یا جناب موسیٰؑ کے عصا مارنے پر دریا کے بہاؤ کا رک جانا اور راستہ بن جانا وغیرہ۔

ہاں البتہ اگر کسی مومن کامل کے ہاتھوں پر خدائے قادر وقدیر اس قسم کے فعل کا اظہار کرے تو اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ اور یہ کام جس کا تذکرہ کیا گیا ہے اسے نہ معجزہ کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی کرامت۔ بلکہ ثقہ شنید یہ ہے کہ ہندو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں۔ بظاہر تو یہ کسی سفلی عمل کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ العالم۔

سوال: (۲۶۰): آپ کے معاصر آپ کے ایک فقرہ لکھنے پر کتاب پر کتاب شائع کرتے ہیں جب کہ مولانا سید علی شرف الدین صاحب نے بھاری اسلحہ استعمال کیا ہے لیکن کسی دردِ دین رکھنے والے کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ کیا وجہ ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جو میرے معاصر علماء اعلام تھے وہ یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ (رضوان اللہ علیہم) جو میری ہر تقریر وتحریر کی پُرزور تائید وتصدیق کرتے تھے۔ باقی رہے موجودہ دور کے کوتاہ قامت اور مدعیان علم جو کہ میرے خلاف تقریر وتحریر کے ذریعہ یا وہ گوئی کرتے رہتے ہیں، ان میں کچھ تو میرے سبق حرام شاگرد ہیں اور کچھ بونے قد کاٹھ کے نیم ملا خطرہ ایمان قسم کے حاسدین ہیں۔ جو اپنا قد کاٹھ بڑھانے یا آتش حسد بجھانے کی خاطر یہ محاذ آرائی کرتے ہیں۔ انھیں نہ مخالفین کے حملوں کا جواب دینے کی توفیق ہے اور نہ جناب شرف الدین موسوی صاحب کے مار آستین کی زہریلی تحریروں کا پوسٹ مارٹم کرنے کی ہمت ہے۔

ہاں البتہ جو حضرات علماء کہلانے کے مستحق ہیں، ان میں سے اکثر وبیشتر کی زبان وقلم پر مصلحتوں کی مہریں لگی ہوئی ہیں اور جو باقی ہیں وہ ہماری ہمنوائی کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ ان حالات میں خاموش رہنا ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

زبانِ حال سے کہتے ہیں کہ:

؎ سکوتی بیان عذرھا و کلام
و اللہ من وراء القصد

ان حالات میں مَیں اپنے پروردگار سے یہی کہتا ہوں اور مگن رہتا ہوں کہ:

؎ تیری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایتِ زمانہ

والحمدللہ

سوال: (۲۶۱): دجال حضرت عیسیٰؑ، حضرت امام مہدیؑ اور دیگر سابق بزرگ جن کو رجعت کے عنوان سے واپس زندگی گزارنے کی باتیں کی جاتی ہیں، ان کی قرآن وحدیث سے حقیقت اور کیفیت اور وقت کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس موضوع پر میں نے اپنی کتاب "احسن الفوائد فی شرح العقائد" باب رجعت میں اور اپنی تفسیر فیضان الرحمن میں عقیدۂ رجعت کے زیرعنوان مکمل بحث کر کے ان امور کی وضاحت کر دی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

سوال: (۲۶۲): کیا کچھ چیزیں بنی اسرائیل پر حرام مطلق تھیں اور ہم پر حلال ہیں؟ کیا انبیاءؑ کی شریعتوں میں فرق تھا؟ کیا شریعتیں بدلتی رہتی ہیں؟ جبکہ علماء فرماتے ہیں کہ قرآنی تعلیمات میں ہے کہ اللہ کے کلمات نہیں بدلتے۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: دین دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے:

① اصول وعقائد ② فروع واحکام۔

اصول میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، اور نہ ہی ہوسکتی ہے۔ مگر فروع میں ردوبدل اور کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اسے شریعت کہا جاسکتا ہے۔ بلاتشبیہ جس طرح زمان ومکان اور لوگوں کے حالات کے تغیر وتبدل سے احکام میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے مگر شریعت اسلامیہ وہ آخری مکمل واکمل نسخہ شفاء ہے کہ اب صبح قیامت کے طلوع ہونے تک اس میں کسی قسم کے ردوبدل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کما قال الصادق علیہ السلام حلال محمد حلال الیٰ یوم القیامۃ وحرامہ حرام الیٰ یوم القیامۃ۔ (اصول کافی)

"لا تبدیل لکلمات اللہ" سے اصول وعقائد مراد ہیں۔ یا فطرت کے قوانین وآئین۔

سوال: (۲۶۳): قرآن سے خصوصاً اور اسلامی تعلیمات سے عموماً اللہ سے ڈائریکٹ رابطے کا تصور ابھرتا ہے۔ جب کہ وسیلہ کو بھی لازم وملزوم قرار دیا جاتا ہے۔ یہ تضاد کیوں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ان دونوں باتوں میں کوئی تباین وتضاد نہیں ہے یعنی عام نیچرل اور طبیعی حالات میں بندہ کا خدا سے ڈائریکٹ تعلق وربط ہوتا ہے، لیکن اگر کسی وقت خدا بندہ کے گناہ وعصیان کی وجہ سے ناراض ہوجائے اور اس کی عرضداشت پر توجہ نہ فرمائے تو پھر اسے راضی کرنے اور منانے کے لیے وسیلہ تلاش کرنا پڑتا ہے۔ یہی وسیلہ کا صحیح مفہوم ہے۔ "یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ"۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" جنوری ۲۰۱۲ء)

سوال: (۲۶۴): تخلیق کائنات سے پہلے عرش الٰہی پانی پر تھا، قرآن کا نزول، آسمانی کتابوں کا عذاب نزول ارواح کا اوپر بلند ہونا، رحمت وبرکت کا

Presented By: https://jafrilibrary.com

نازل ہونا، فرشتوں اور وحی وغیرہ کا نزول، حضرت عیسیٰؑ کا بلند ہونا، دعا کے لیے ہاتھ بلند کرنا، بار بار نظریں اٹھا کر دعائیں مانگنا، حتی کہ بچوں کے سوال پر کہ اللہ میاں کہاں ہے؟ ماں باپ کا اوپر اشارہ کرنا، اللہ کا چوتھے آسمان پر آ کر بندوں کو رحمت کی دعا کرنے کے لیے پکارنا، مختصر یہ کہ اس سب کچھ سے یہ تصور اُبھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے۔ ایسا کیوں؟ حقیقت کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ عقیدہ ہمارے عقائد حقہ میں سے بنیادی عقیدہ ہے کہ خداوند عالم لامکان ہے۔ اور ہر قسم جہت وسمت سے منزہ ومبرا ہے۔ یعنی وہ علمی واحاطی طور پر ہر جگہ موجود ہے اور جسمانی ومکانی طور پر کہیں بھی نہیں ہے۔ یہ عوام کالانعام کی غلطی ہے کہ زمین والے سمجھتے ہیں کہ خدا اوپر ہے اور اوپر والے سمجھتے ہیں کہ خدا نیچے ہے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے کہ:

لا یسعنی ارضی ولاسمائی بل یسعنی قلب عبدی المومن

میری گنجائش نہ زمین میں ہے اور نہ آسمان میں ہے بلکہ میری گنجائش بندہ مومن کے دل میں ہے۔

اقبال کہتے ہیں:

؎ جنھیں ہم ڈھونڈتے تھے آسمانوں اور زمینوں میں
وہ نکلے آخر اپنے خانۂ دل کے مکینوں میں

بے شک زمین بھی خدا کی ہے اور آسمان بھی خدا کا۔ لیکن علیم وحکیم خدا نے عالم بالا کو خیرات وبرکات کا مرکز قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے: "وفی السماء رزقکم وما توعدون" کہ تمہاری روزی اور جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آسمان میں ہیں۔ (القرآن) جنت بھی آسمانوں

میں ہے۔ (الحدیث) عالمین کے فیصلے بھی عالم بالا میں ہوتے ہیں۔ اس لیے لوگ آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔

نیز یہ بھی سوال میں اشتباہ ہوا ہے کہ خدا خود موجود تھا، یا کسی اور آسمان پر خود آ کر ندا نہیں کرتا..... بلکہ اس کی طرف سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے۔

بہرحال یہ تصور بالکل غلط اور غیر اسلامی ہے کہ خداوند عالم عالم بالا میں رہتا ہے۔ وہ لامکان ہے، لازماً ہے اور لاجہت ہے۔ "لا یکون فی مکان ولا یخلو منہ مکان ذلك اللہ رب العالمین"۔

سوال: (۲۶۵): سات آسمان، سات زمینیں، سات جنتیں اور سات دوزخیں وغیرہ کی حقیقت کیا ہے۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: عقلائی قاعدہ ہے کہ جب ایک بات عقلاً ممکن ہو اور کوئی مخبر صادق اس کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دے تو پھر انکار کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ بنابریں جب ارشادِ قدرت ہے: "خلق سبع سماوات ومن الارض مثلھن" (القرآن) کہ خدا نے سات آسمان پیدا فرمائے ہیں اور اتنی ہی زمینیں، تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ سات آسمان ہیں اور سات زمینیں۔ مگر جنت وجہنم کی یہ تعداد نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی سرکار محمدؐ وآل محمد علیہم السّلام کے فرمان میں ہے۔

ہاں صرف یہ بات حدیث میں وارد ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات۔ اور جنت کے کلید بردار فرشتہ کو رضوان اور دوزخ کے داروغہ کو خازن کہا جاتا ہے۔ واللہ العالم۔

سوال: (۲۶۶): ادعیہ میں عذاب قبر، فشار قبر وغیرہ کے الفاظ سنتے ہیں، جبکہ آج عوام وخواص سے ان کا انکار سن رہے ہیں۔ قرآن وحدیث سے وضاحت فرمائیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

جواب: باسمہ سبحانہ: عذاب قبر (جسے فشارِ قبر بھی کہا جاتا ہے) برحق ہے (اعاذنا اللہ منہ) اس کے برحق ہونے اور اس کی کیفیت ونوعیت اور اس کے علل واسباب سے کتب علم کلام اور کتب تفسیر وحدیث چھلک رہے ہیں۔ جن کا ایک شمہ ہم نے "احسن الفوائد فی شرح العقائد" میں بیان کر دیا ہے۔ کوئی اہل علم اس کے انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی جہالت بھی ہے اور ضلالت بھی۔ واللہ العالم۔

سوال: (۲۶۷): حروف مقطعات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: قرآن مجید میں حروف مقطعات مذکور ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید خالق کائنات کا کلام معجز نظام ہے۔ اس کا ایک حرف بھی بے معنی اور بے مقصد نہیں ہے۔ مگر علماء اعلام کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ حروف ان متشابہات میں سے ہیں جن کا صحیح مطلب ومفہوم یا خدا سمجھتا ہے یا راسخون فی العلم۔ کما قال اللہ تعالیٰ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ لہٰذا اس سلسلہ میں "راسخون فی العلم" کی جانب سے جو کچھ ملا ہے علماء نے بھی اور ہم نے بھی اپنی تفسیر فیضان الرحمن میں درج کر دیا ہے۔

؎ میانِ عاشق و معشوق رمزے است
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

سوال: (۲۶۸): عاملین حروف ا ب ج د وغیرہ، یا ۱ ۲ ۳ ۴ وغیرہ حروف "ابجد" وگنتی استعمال کرتے ہیں۔ تعویذ وغیرہ بناتے ہیں۔ ۷۸۶ تو عام مستعمل ہے۔ قرآن وحدیث سے کیا ثابت ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ خدائے علیم وحکیم کے کارخانہ

قدرت کی کوئی چیز بھی بے کار نہیں ہے۔ لیکن ان حروف کے بارے میں علوم آلِ محمد علیہم السلام میں نظر قاصر سے کوئی چیز نہیں گزری۔ واللہ العالم بحقیقۃ الحال۔

سوال: (۲۶۹): نظر بد کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے اثرات کیا ہیں اور دفاع کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: جو کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نظر بد برحق ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ خدائے خبیر وقدیر نے بعض افراد کی آنکھوں میں ایسی شعاعیں پیدا کی ہیں کہ وہ جب کسی پسند کی چیز پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اسکے اثر سے وہ چیز متاثر ہوتی ہے اور اسکی تاثیر کے بارے میں یہاں تک احادیث میں وارد ہے کہ نظر بد اُونٹ کو ہانڈی میں اور آدمی کو قبر میں پہنچا دیتی ہے۔ اور اس کا تدارک یہ ہے کہ سورۂ معوذتین پڑھی جائیں۔ اور "ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھا جائے۔ اس سے اس کا اثر بد زائل ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ

سوال: (۲۷۰): مابعد الطبیعیات کے معنی، مقصد اور مفہوم اور دائرہ کار کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: طبیعیات ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جو انسان کے ظاہری حواس خمسہ سے محسوس ہوں اور مشاہدہ میں آسکیں.....

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ وہ اشیاء اور وہ حقائق جو مذہب بیان کرتا ہے مگر حواس خمسہ سے محسوس نہیں ہوتے، جیسے مرنے کے بعد نکیرین کے سوال و جواب، فشار قبر اور عالم برزخ اور قیامت کے واقعات وسانحات اور جنت و جہنم کے حالات وغیرہ وغیرہ۔

انھیں حقائق کے تسلیم کرنے کو قرآن ایمان بالغیب قرار دیتا ہے۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

"یومنون بالغیب" کہ مومن و متقی لوگ وہ ہوتے ہیں جو غیب (مابعد الطبیعیات) پر ایمان رکھتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ جو چیز عقلاً ممکن ہو (محال اور ناممکن نہ ہو) اور مخبر صادق اس کے وجود کی خبر دے تو پھر اسے تسلیم کرنا عقل مندی ہوتی ہے اور انکار کرنا حماقت اور جہالت قرار پاتا ہے۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" فروری ۲۰۱۲ء)

سوال: (۲۷۱): شریعت بغیر طریقت کے ایک بے معنی شے ہے۔ قرآن و حدیث سے وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: خدا کی بنائی ہوئی، پیغمبر اسلامؐ کی لائی ہوئی، حضرت امیرؑ کی پھیلائی ہوئی، اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی بچائی ہوئی شریعت کا نام صرف شریعت اسلام ہے۔ باقی طریقت اور حقیقت وغیرہ صوفیہ کی خانہ ساز اصطلاحات ہیں، جن کا اسلام و قرآن اور پیغمبر آخر الزمانؐ سے اتنا بھی تعلق نہیں ہے جتنا کھجور کی گٹھلی کا تعلق اسکے چھلکے سے ہوتا ہے۔

سوال: (۲۷۲): غیبت کیا ہے؟ کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے؟ بچنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: غیبت جس کا ترجمہ گلہ ہے، یہ مومن کی حرام ہے۔ جس کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ گناہ یا ہر وہ عیب جو کسی مومن میں پایا جاتا ہو، مگر وہ اسے چھپاتا ہو، اور اگر اسے لوگوں میں ظاہر کیا جائے تو اسے برا محسوس ہو، اس کا لوگوں میں برملا ظاہر کرنے کا نام غیبت ہے۔ اور اگر کوئی گناہ یا عیب کسی بندہ مومن میں نہ پایا جاتا ہو اور وہ اس کی طرف منسوب کیا جائے تو اس کا نام تہمت ہے۔ جو کہ غیبت سے بھی سنگین تر گناہ ہے۔ اس کی سنگینی کے لیے اتنا ہی

کافی ہے کہ قرآن نے اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف اور حدیث شریف میں اس کو کتوں کی غذا قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: "ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ"۔ (القرآن)

اور حدیث شریف میں اس کو کتوں کی غذا قرار دیا گیا ہے۔ "الغیبۃ اداما الکلاب"۔ (وسائل الشیعہ)

لہٰذا اس کی ابتداء بھی حرام ہے اور انتہا بھی حرام ہے اور اس سے اجتناب کرنا واجب وملزم۔ واللہ الموفق۔

سوال: (۲۷۳): بُت پرستی کیا ہے؟ کیا بُت بنا کر اگر پوجا جائے تو بُت پرستی ہوگی، یا اس کے مفہوم کو وسعت حاصل ہے؟ گو شکل بُت کی نہ ہو اور اس کی پرستش ہو تو اسے کیا کہیں گے؟ جس طرح ظاہر کے علاوہ نظریاتی، عقلی اور نفسیاتی طور پر ہو تو پھر؟

جواب: باسمہ سبحانہ: شریعت مقدسہ اسلامیہ کے نقطۂ نگاہ سے غیر اللہ پرستی حرام ہے، اور بُت پرستی اس کے اقسام میں سے ایک قسم کا نام ہے۔ کیونکہ اسلام میں معبود (پرستش کے لائق) صرف اور صرف رب العالمین ہے "لامعبود الا ھو"..... لہٰذا اللہ سبحانہ کے علاوہ جس کی بھی پرستش کی جائے خواہ بُت کی ہو، گائے کی ہو، گھوڑے کی ہو، اور خواہ جنڈی کی ہو، یا بانس کی، سب شرک جلی ہے۔ اور وہ گناہ کبیرہ ہے جو ناقابلِ بخشش ہے۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہ و یغفر لمن یشاء" (القرآن) اور یہی حکم نظریاتی، عقلی اور نفسیاتی پرستش کا ہے۔ اور پرستش کا فردِ جلی غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہے۔ "لان السجود لا یکون الا للہ" واللہ الموفق۔

سوال: (۲۷۴): اسلام میں تصویر کشی اور آج کی جدید وڈیو وغیرہ بنوانا اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

دیکھنا کیا حکم رکھتا ہے، جو کہ قدیم تصویر کشی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اسلام مجموعی طور پر تصویر کشی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، بلکہ حوصلہ شکنی کرتا ہے، اور ہمارے فقہائے کرام مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ہاتھ سے اور وہ بھی قلم کی نوک سے تصویر بنائی جائے تو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اور اگر شیشہ کی طرح صرف عکس لیا جائے تو پھر اسے جائز قرار دیا ہے۔ اگرچہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ضرورت کے بغیر ہر قسم کی تصویر کشی سے اجتناب کیا جائے۔ ہاں البتہ وڈیو وغیرہ کے طریقہ پر تصویر بنانا جس کی افادیت ناقابلِ انکار ہے، اس کا جواز قوت سے خالی نہیں ہے۔ واللہ العالم۔ اس موضوع پر تفصیل میری کتاب "قوانین الشریعہ" جلد ۲ میں دیکھی جائے۔ ان شاء اللہ

سوال: (۲۷۵): حضورؐ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں بنوعفرہ کی حکومت ہوگی، وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: سردست اس قسم کی کوئی حدیث اور اس کی تشریح نگاہِ قاصر کے سامنے نہیں ہے، اور متعلقہ کتب کی ورق گردانی کرنے کی فرصت نہیں ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالك امرًا۔ واللہ العالم۔

سوال: (۲۷۶): اکثر سنتے ہیں کہ پل صراط تلوار سے تیز اور بال سے باریک تر ہوگی، اس سے گزرنا ہوگا۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کا وجود ہے یا صرف معنوی حیثیت ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: میں نے "احسن الفوائد فی شرح العقائد" میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے، اور علماء محققین کی تحقیقات کے نتیجہ میں لکھا ہے۔ شریعت مقدسہ اسلامیہ نے مابعد الطبیعیات جن حقائق کا تذکرہ کیا ہے جیسے

جنت و دوزخ، حور و غلمان، میزانِ عدل اور پل صراط وغیرہ۔ ان کا ظاہر پر رکھنا واجب ہے اور ان کی تاویلات کرنا جائز نہیں ہے۔

باقی رہا یہ استبعاد کہ پھر اس الصراط سے لوگ کس طرح گزریں گے؟ تو اس کی وضاحت احادیث میں کردی گئی ہے کہ کچھ مومن کامل جو جنت کے مستحق ہوں گے وہ برق لامع کی طرح اس سے گزر جائیں گے، اور کچھ اہل ایمان تیز رو گھوڑے کی مانند اسے عبور کرلیں گے۔ باقی وہ لوگ جو جہنم کے سزاوار ہوں گے وہ کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے۔ کیونکہ یہ پل جہنم کے اوپر ہوگی۔ واللہ العاصم۔

سوال: (۲۷۷): عام مفہوم تفریح (لہو) حلال کا حکم رکھتی ہے۔ یہی حال تالیوں کا بھی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بہت سے متدین حضرات اکثر کیوں ان لوگوں سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں جو کسی شعر، تقریر، یا کسی اور بات کی داد دیتے ہوئے تالیاں بجاتے ہیں۔ ہم جس طرح کسی بات پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے درود پڑھتے ہیں، اسی طرح تالیاں کیوں نہیں بجا سکتے؟ یا دونوں کو جمع کیوں نہیں کر سکتے؟ حوالہ کے لیے "دنیائے جواں" از آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ۔ وضاحت کے طالب ہیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: جو کچھ سوال میں "دنیائے جواں" کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے وہ بالکل بجا ہے۔ عرف عام میں کسی شاعر کو اس کے عمدہ شعر پر یا کسی مقرر کو اس کی عمدہ تقریر پر داد دینے کا ایک طریقہ تالیاں بجانا بھی ہے۔ لہٰذا اسے کسی طرح بھی حرام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہاں البتہ متدین طبقہ کے اس طرزِ عمل سے نفرت کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ قرآن مجید میں کفار و مشرکین کی عبادت کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہ یہ تھا کہ وہ خانہ کعبہ کے اردگرد سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ ارشادِ قدرت ہے: ؟"ما كان صلوتهم عند البيت

Presented By: https://jafrilibrary.com

الا مکاء و تصدیۃ " (القرآن) لہٰذا وہ ان لوگوں کی مشابہت سے ڈرتے ہیں ۔مگر ظاہر ہے داد وتحسین کے موقع پر تالیاں بجانے والے اسے عبادت خدا سمجھ کر تو نہیں بجاتے ۔ بلکہ شاعر یا مقرر کی حوصلہ افزائی کی خاطر اور اپنی قلبی مسرت وشادمانی کے اظہار کے لیے ایسا کرتے ہیں ۔واللہ العالم ۔

(ماہنامہ "دقائق اِسلام" مارچ ۲۰۱۲ء)

سوال: (۲۷۸):افغانستان ،عراق،شام اور ایران کے متوقع حالات کے پیش نظر اکثر دانشور امام زمانہؑ کے ظہور کے آثار دیکھ رہے ہیں اور آئے دن ظہور کی گفتگو مقبول ہو رہی ہے ۔قرآن وحدیث سے کیا آثار متوقع ہیں،جبکہ امام کا ظہور ہوگا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: احادیث اہل بیتؑ میں امام زمانہؑ کے ظہور کے جو علائم وآثار بیان کیے گئے ہیں ان میں غور وفکر کرنے سے واضح وآشکار ہوتا ہے کہ علائم الظہور دو قسم کے ہیں: ۔

① ایک وہ ہیں جن کے ظہور سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اب امام زمانہؑ کا ظہور قریب ہے ۔اور یہ سینکڑوں علامات ہیں ۔جن میں عراق وایران اور شام کے تازہ رونما ہونے والے حالات بھی شامل ہیں ۔

② دوسری وہ علامات ہیں جن کے ظہور کے بعد فوراً امام علیہ السلام کا ظہور موفور السرور ہوگا ۔اور یہ پانچ ہیں:

① ماہِ رمضان المبارک میں خلافِ قاعدہ منجمین کسوف وخسوف ہوگا ۔ (خلافِ قانون سورج گہن اور چاند گہن لگے گا)

② مکہ ومدینہ کے درمیان لق و دق صحرا میں غیر معمولی شگاف پڑے گا ۔

③ دجال آئے گا ۔

④ لشکر سفیانی کی یلغار ہوگی ۔

⑤ خانہ کعبہ کے نزدیک ایک حسنی سید زادہ بے جرم وخطا قتل کیا جائے گا ۔

ان پانچ علامات کو علائم حتمیہ کہا جاتا ہے،جبکہ دوسری علامات کو غیر حتمی کہا جاتا ہے ۔(از بشارۃ الاسلام وغیرہ)

سوال: (۲۷۹):اگر سب کچھ پہلے سے لوحِ محفوظ میں موجود ہے تو پھر کوشش کیوں کی جاتی ہے؟ نیز دُعا کا فلسفہ کیا ہے؟ جب اللہ سب حال و مستقبل سے واقف ہے تو پھر امتحان کیسا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: میں نے اپنی عقائد والی کلامی کتاب "احسن الفوائد" میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل جمیل سے ثابت کیا ہے کہ خداوند عالم کے پاس دو قسم کی لوحیں ہیں:

① ایک لوح محو واثبات،جس میں حالات کے تحت محو واثبات کا سلسلہ جاری رہتا ہے ۔ارشادِ قدرت ہے: "یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب" اللہ تعالیٰ جس لکھی ہوئی چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس نہ لکھی ہوئی کو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے ۔اور اس کا تعلق عالم اسباب کے علل و اسباب اور انسان کی سعی وکوشش سے ہے ۔ بیمار علاج کراتا ہے تو صحت مند ہوجاتا ہے،مصیبت زدہ دعا کرتا ہے اور صدقہ دیتا ہے تو مصیبت ٹل جاتی ہے اور ایک غریب ونادار آدمی محنت ومزدوری کرتا ہے تو غربت کا ازالہ ہوجاتا ہے ۔ الغرض ارشادِ قدرت ہے: "لیس للانسان الا ماسعیٰ" ہر شخص کو اتنا ملتا ہے جتنی وہ کدوکاوش کرتا ہے ۔

② اور دوسری لوحِ محفوظ ہے،جس میں ہر آدمی کی کدوکاوش اور سعی وکوشش کا آخری نتیجہ وثمرہ درج ہوتا ہے ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور جہاں تک امتحان لینے کا تعلق ہے تو امتحان صرف اس لیے نہیں لیا جاتا کہ ممتحن کو آدمی کی صلاحیت وعدم صلاحیت کا علم حاصل ہو، بلکہ بعض اوقات اس لیے بھی کسی کا امتحان لیا جاتا ہے تاکہ پاس ہونے والے کی اہلیت وصلاحیت کا عام لوگوں کو بھی علم ہوجائے۔ خدائی امتحان اسی قسم کا ہوتا ہے۔ فتدبر۔

سوال: (۲۸۰): علم اگر اوجِ ثریا پر بھی ہوگا تو ایک عجمی اسے اتارے گا۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: حدیث کے اصل الفاظ یوں ہیں: "لو کان الایمان ملحقاً بالثریا لناله رجال من فارس" اگر ایمان اوجِ ثریا پر معلق ہوتا تو فارس کے کچھ رہنے والے اسے وہاں سے اتار کر لے آتے۔

(کتاب سلمان محمدی، از محدث نوری)

یہ حدیث جناب سلمان محمدی کی شان میں وارد ہوئی ہے۔ جیسا کہ جناب محدث نوری اور دیگر علماء کرام نے ثابت کیا ہے۔

سوال: (۲۸۱): اسلام میں تفریح کا تصور کیا ہے، اور اس کے حدود کیا ہیں؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ہر وہ تفریح جس کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو وہ اسلام میں جائز اور مباح ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

سوال: (۲۸۲): "اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں" (الحدیث) کیا یہ مستند حدیث ہے۔ ہماری یا اہلِ سنت کی کتب میں موجود ہو تو حوالہ ارشاد فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ حدیث ہماری کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ البتہ برادرانِ اسلام کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "واللہ المعطی و انا القاسم"۔ عطا کرنے والا اللہ ہے مگر تقسیم کرنے

والا میں ہوں۔ (کنز العمال)

مگر یہ حدیث ضعیف السند ہے اور بنا بر ثبوت اس کا مفہوم یہ ہے کہ عطا وبخشش کرنے والا صرف خدا ہے، مگر وسیلہ میں ہوں۔ میرے طفیل خدا عطا کرتا ہے۔

سوال: (۲۸۳): علماء حقہ کو کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے جس سے دین میں مداخلت اور نت نئی بدعت گزاری کا سلسلہ ختم ہوجائے۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: جب تک شیطان اور اس کے چیلے چانٹے زندہ ہیں یہ سلسلہ بالکل ختم تو نہیں ہوسکتا، البتہ اگر علماء کرام بلا خوف لومۂ لائم تقریر وتحریر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں اور ان کا مطمع نظر مخلوق کی بجائے خدائے قدیر وخبیر کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنا ہو تو اس قبیح سلسلہ کو کافی حد تک کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ واللہ الموفق۔

سوال: (۲۸۴): جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ رسول پاکؐ قرآن پاک کو چھوڑے رکھنے کی اللہ تعالیٰ سے امت کی شکایت کریں گے، جب کہ حضورؐ نے امت کو دو چیزوں سے تمسک کرنے کا حکم دیا تھا۔ تو اس دوسری چیز کے چھوڑنے کی شکایت کا ذکر کیوں نہیں ہوا؟

جواب: باسمہ سبحانہ: دونوں کو چھوڑنے کی شکایت کا تذکرہ موجود ہے۔ ایک کا قرآن میں اور دوسری کا حدیث میں۔ ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور، نز العمال، ینابیع المودۃ وغیرہ۔ تفصیل تحقیقات الفریقین میں دیکھی جائے۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" اپریل ۲۰۱۲ء)

سوال: (۲۸۵): کچھ علماء فرماتے ہیں کہ قرآن سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ قرآن خود کہتا ہے کہ یہ واضح، مبین اور سمجھ میں آنے والی کتاب ہے۔ بھلا وہ جن کی ہدایت کے لیے آئی ہے

Presented By: https://jafrilibrary.com

اگر ان کی سمجھ سے بالاتر ہے تو پھر اس کا فائدہ کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں کہ اصل مقصد کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اگر دقّت نگاہ سے قرآن مجید میں جیسی جامع اور مکمل کتاب کے جملہ پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں دو قسم کی آیات مبارکہ موجود ہیں:

① آیاتِ محکمات ② آیاتِ متشابہات

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے۔ "آیات محکمات و اخر متشابہات" محکم آیات ان آیات شریفہ کو کہا جاتا ہے جن کا مفہوم ہر وہ شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے جو عربی زبان اور اس کے قواعد وضوابط کو جانتا ہے۔ اور متشابہات ان آیات مبارکہ کو کہا جاتا ہے جن کا اصلی مقصد خدا اور راسخان فی العلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم

بنا بریں نہ پورا قرآن بالکل آسان ہے اور نہ ہی پورا قرآن ایک معمہ ہے، بلکہ ضرورت کے مطابق اسے عام اہلِ علم سمجھ سکتے ہیں اور اس کے اصلی معارف و دقائق کو سمجھنے کے لیے نبی و امام کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔

جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

انا انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم

اے رسولؐ! یہ قرآن ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے لیے کھول کر بتاؤ کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے؟

اور پیغمبر اسلامؐ کے بعد خدائے علیم وحکیم نے علم قرآن کا وارث ان مخصوص ہستیوں کو قرار دیا ہے جن کو اس نے عام لوگوں سے منتخب کرلیا ہے۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا

اور وہ ذواتِ مقدسہ بنص حدیث ثقلین اہلِ بیتِ نبوت ہیں۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی

(الحدیث)

ولنعم ما قیل:

محکم کہیں کہیں ، متشابہ تیرا کلام
یا رب عجب یہ راز قُرآں میں بھر دیا
اب تک مفسروں کا الجھنا دلیل ہے
دُنیا کو اہل بیتؑ کا محتاج کر دیا

سوال: (۲۸۶): یہ قرآن مومنین کے لیے شفا ہے۔ کیا آیات یا سورتوں کی تلاوت یا ورد یا وظیفہ یا گھول کر پینا جسمانی بیماریوں اور جن بھوت وغیرہ کے لیے قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ تعویذات وغیرہ جو لکھے جاتے ہیں، خصوصاً قرآن سے۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: حقیقت الامر تو یہ ہے کہ قرآن مجید کتابِ ہدایت ہے۔ (ھدیً للمتقین) اور وہ انسان کی روحانی بیماریوں از قسم کفر و شرک اور نفاق کے ازالہ و علاج کے لیے نازل ہوئی ہے۔ یہ تعویذات کی کتاب نہیں ہے۔ جیسا کہ پیروں فقیروں نے اسے سمجھ لیا ہے۔ مگر صحیح وارثانِ قرآن سے بعض جسمانی بیماریوں کے ازالہ کے لیے بعض آیات کا پڑھنا، یا بطور تعویذ باندھنا بھی منقول ہے۔

جیسا کہ علماء نے اپنی کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ہم نے بھی اپنی کتاب "زادالمعاد لیوم المعاد" میں ایسی بعض چیزوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

بعض روایات میں مروی ہے: "خذ منه ما شئت لما شئت" قرآن کی جس سورۃ اور آیت کو چاہو جس جائز مقصد کے لیے چاہو لے لو۔ لہٰذا بعید نہیں ہے کہ قرآن کے معجزہ ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہو کہ اس میں روحانی و جسمانی بیماریوں کی شفاء ہے۔

وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمة للمومنين

بہرحال اس کے نزول کا اصل مقصد دین اسلام کی حقیقت کا بیان اور بیان احکام اور روحانی بیماریوں کا ازالہ اور ان سے شفاء حاصل کرنے کے طریقہ کار کا بیان ہے۔

سوال: (۲۸۷) کیا حضورؐ ظہرین و مغربین کی نمازوں میں ایک اذان اور اقامت کو بعض اوقات اپناتے تھے، یا عصر و عشاء کی اذان جمع بین الصلوٰتین میں کہلواتے تھے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: جو کچھ سیرت اور تاریخ کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ اور ائمہ ہدیٰؑ بالعموم ہر نماز کو وقت فضیلت پر اذان و اقامت کہہ کر الگ الگ پڑھتے تھے۔ ہاں البتہ گاہ بگاہ اس کا جواز ثابت کرنے کی خاطر دو نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامت سے بھی پڑھا ہے۔

لہٰذا یہ موضوع افراط و تفریط کا شکار ہو گیا ہے۔ شیعیانِ علیؑ نے جمع بین الصلوٰتین کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اور برادرانِ اہلِ سنت نے اس کو شجرۂ ممنوعہ سمجھ لیا ہے۔ یہ کھلم کھلا افراط و تفریط ہے۔ "ان الصلوٰة كانت على المومنين كتاباً موقوتا"۔ واللہ الموفق۔

سوال: (۲۸۸): اہلِ تشیع نے ظہرین و مغربین میں ایک ایک اذان اور دو اقامت کو اپنا شعار بنا لیا۔ اگر ظہر اور مغرب کی نماز کے سجدۂ شکر کے بعد

باقاعدہ اذان کہی جائے تو بہتر ہے اور سنت رسولؐ کے قریب تر ہے، یا کہ ایک اذان اور دو اقامت پر عمل کرنا بہتر ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: ابھی اوپر سوال نمبر ۲۸۷ کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ یہ موضوع افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ اور اگر خواہ مخواہ جمع بین الصلوٰتین کرنا ہی ہے تو وہ طریقہ کار بہتر ہے جس کا آپ نے تذکرہ کیا ہے کہ ہر نماز کیلئے اذان و اقامت کہی جائے۔ واللہ المؤید۔

سوال: (۲۸۹): جب امام زمانہؑ ظہور فرمائیں گے تو کیا وہ اپنے نانا اور بابا کی طرح علیحدہ علیحدہ اذان و نماز پر کثرت سے عمل کریں گے اور جمع بین الصلوٰتین پر کبھی کبھی عمل کریں گے یا اہلِ تشیع کی روش اپنائیں گے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب بڑا واضح ہے کہ امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف زمانہ ظہور کے بعد اپنے اب وجد کے طریقہ کار کے مطابق عمل درآمد فرمائیں گے، نہ کہ ہمارے عوام بلکہ خواص کے مطابق۔ وذالك اوضح من ان یخفیٰ۔

سوال: (۲۹۰): کیا جس آیت قرآنی کی تفسیر یا تاویل ائمہ معصومینؑ کے توسط سے نہ ہو وہ ہمارے نزدیک یا سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے نزدیک مردود اور نا قابلِ عمل ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: قبل ازیں سوال نمبر ۲۸۶ کے جواب میں واضح کیا جا چکا ہے کہ نہ سارا قرآن محکم ہے اور نہ ہی سارا متشابہ ہے، بلکہ کچھ محکم ہے اور کچھ متشابہ۔ اور اگر متشابہ کا مفہوم ائمہ اہل بیتؑ سے منقول نہ ہو تو اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جب تک مذہب کے مسلمات کے خلاف نہ ہو۔ واللہ العالم والعاصم۔

(ماہنامہ "دقائق اسلام" مئی و جون ۲۰۱۲ء)

Presented By: https://jafrilibrary.com
Presented By: https://jafrilibrary.com

سوال: (۲۹۱): اگر تفسیر قرآن روایات معصومینؑ کے علاوہ نا قابلِ فہم ہے تو وہ آیات جن کے بارے میں روایات نہیں ہیں، ان کا سمجھنا اور ان پر عمل کرنا خود بخود ساقط ہوجائے گا۔ اس طرح سے ثقل اکبر کے ایک بڑے حصے سے تمسک ناممکن ہوجائے گا۔ ثقلین سے تمسک نہ ہوگا۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: سابقہ سوالات و جوابات میں کئی بار اس حقیقت کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ نہ تو سارا قرآن ایک معمہ ہے کہ نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا، ورنہ اس کا نازل کرنا بے مقصد ہوجائے گا۔ اور نہ ہی ایسا آسان ہے کہ کسی معلم ربّانی کے پڑھانے کا بھی محتاج نہیں ہے۔ ورنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھیجنا بے کار ہوجائے گا۔ بلکہ کچھ محکم ہے جس کا سمجھنا آسان ہے اور کچھ متشابہ ہے جس کا سمجھنا وارثانِ علم قرآن کی تعلیم و تلقین کا محتاج ہے۔ اور اس حصہ کے بارے میں احادیث معصومینؑ سے دفتر تفسیر و حدیث چھلک رہا ہے۔ لہٰذا تمسک بالثقلین برقرار رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

سوال: (۲۹۲): دین میں خود دین سے متعلق شریعت کی مقرر کردہ حدود سے زائد چیزیں داخل کرنا چاہے حسنِ نیت سے ہو تب بھی منع ہے۔ مگر ایسی اضافی چیزوں کو اکثر علماء مباح کہتے ہیں، یا فرماتے ہیں کہ ان کے نہی کا حکم نہیں ہے، لہٰذا جائز ہے، وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: دین اور شریعت بنانا خدائے رحمن کا کام ہے۔ نبی و امام بھی شریعت ساز نہیں ہوتے، بلکہ نبی مبلغ دین اور امام اس کا ناشر و محافظ ہوتا ہے۔ لہٰذا دین وہ ہوگا، اور شریعت وہ ہوگی جو خدا بنائے، نبی پہنچائے، اور امام اس کی نشر و اشاعت کرے اور مشکل وقت آنے پر اپنا تن من دھن قربان کرکے اسے بچائے۔ لہٰذا کسی کو بھی دین و شریعت میں اضافہ کرنے یا اس میں

کچھ کمی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بلکہ دین و شریعت میں کمی یا بیشی کرنے کا نام بدعت ہے، جو کبھی ایجابی ہوتی ہے (کچھ بڑھانے سے) یا سلبی ہوتی ہے (کچھ گھٹانے سے) جو کہ بالاتفاق حرام ہے۔

ہاں البتہ جس چیز کے وجوب یا حرمت یا استحبات یا کراہت کا علم نہ ہو وہ مباح ہوتی ہے۔

سوال: (۲۹۳): شیطان کی حقیقت کیا ہے؟ شیاطین جن و انس سے ہیں۔ شیطان اور ان شیاطین میں کیا فرق ہے؟ کیا شیطان حاضر و ناظر ہوکر یا غائب رہ کر وسوسہ ڈالتا ہے..... شیطان یا شیاطین کو کس حد تک قدرت حاصل ہے۔ شیطان کا سونا، کھانا، اور پینا کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ سوال کئی سوالات کا مجموعہ ہے۔ جن کا مختصر مختصر جواب حاضر ہے۔

① قرآن سے ثابت ہے کہ شیطان جنات میں سے تھا۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "کان من الجن ففسق عن امر ربہ" (وہ جنوں میں سے تھا، پس اس نے اپنے پروردگار کے حکم کی حکم عدولی کی)

② اور واضح ہے کہ جنات بھی بنی نوع انسان کی طرح ایک مکلف مخلوق ہے۔ ارشادِ قدرت ہے: "و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون" (کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے)

③ شیطان کا کام انسان کو گمراہ و بدراہ کرنا ہے۔ لہٰذا جو بھی یہ کام کرے خواہ وہ جن ہو یا انسان، وہ شیطان ہے۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ و الناس"۔ یعنی جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالے (اور گمراہ کرے) وہ شیطان ہے، خواہ جنوں میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

سے ہو یا انسانوں میں سے ۔

④ بڑے شیطان اور ان شیاطین میں یہ فرق ہے کہ وہ ان کا باوا آدم ہے اور باقی اس کی اولاد ہے ۔جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "یرا کم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم" شیطان ایک نہیں ہے تا کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہو، بلکہ ہر شخص کیلئے شیطان الگ ہے جو ان کو گمراہ کرتا ہے ۔

⑤ اور جہاں تک شیطان و شیاطین کی قدرت کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو صرف گناہ کی دعوت دیتے ہیں، اب اس دعوت کو قبول کرنا یا رد کرنا انسان کا اختیاری فعل ہے ۔قرآن سے ثابت ہے کہ شیطان قیامت کے دن اپنے پجاریوں سے کہے گا: (لاتلومونی بل لوموا انفسکم... دعوتکم فاستجبتم لی......" میری ملامت نہ کرو، بلکہ اپنی ملامت کرو ۔میں نے تو تمھیں گناہ کرنے کی دعوت دی تھی لبیک تم نے خود کہی تھی ...... لہٰذا وہ آدمی کو گناہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا، بلکہ دعوت گناہ دینا شیطان کا کام اور قبول کرنا انسان کا کام ہے ۔واللہ الموفق ۔

سوال: (۲۹۴): قرآن کریم کی سورہ احزاب آیت ۵۹ کے تحت پیغمبر اکرمؐ کی چار بیٹیاں تھیں، جن میں دو کو یکے بعد دیگرے خلیفہ سوم کے عقد میں دیا، جن کی نہج البلاغہ سے تائید ہوتی ہے ۔وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: پیغمبر اسلامؐ کی ایک بیٹی تھی یا چار بیٹیاں تھیں؟ یہ تاریخی بات ہے، جس کا دین کے نہ اصول سے کوئی تعلق ہے نہ فروع دین سے ۔قرآن مجید میں جہاں زیادہ بیٹیوں کو بنات کہا گیا ہے وہاں ایک بیٹی کو بھی بنات کہا گیا ہے ۔چنانچہ ارشادِ قدرت ہے: "حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم" لہٰذا جس طرح باپ کے لیے زیادہ بیٹاں حرام ہیں وہاں ایک بیٹی بھی

حرام ہے ۔اور نہج البلاغہ میں بھی حقیقی اور ربیبہ بیٹیوں کی وضاحت نہیں ہے ۔

سوال: (۲۹۵): سیّد غیر سیّد سے افضل ہے ۔یہ منطق قرآن کریم کی کثیر آیات و روایات کے خلاف ہے ۔اگر ایسی کسی حدیث سے استناد کیا جائے تو ممکن ہے کسی فاسق و فاجر شرابی سیّد نے اپنی فضیلت میں گھڑی ہو ۔لہٰذا ایسی کوئی حدیث قرآنی آیات اور پیغمبر اکرمؐ کی روایات کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ایسی سوچ رکھنے والے شخص کے بارے میں کہا جاسکتا ہے:

ے قل للذی یدعی فی العلم فلسفة
حفظت شیئا و غابت عنك اشیاء

اگر گہرے غور و فکر کے ساتھ قرآنی آیات اور معصومی روایات کو پڑھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ نسبت کے ادل بدل سے احکام میں ادل بدل ہوجاتا ہے ۔مثلاً شرعی حکم یہ ہے کہ فاسق و فاجر آدمی کا احترام نہ کیا جائے ۔لیکن اگر کسی شخص کے ماں باپ فاسق و فاجر ہوں، بلکہ اگر کافر بھی ہوں تو وہ اس کے لیے قابلِ احترام ہیں ۔"وصاحبھما فی الدنیا معروفا" اسی طرح پیغمبر اسلامؐ کی بیویاں جن کی آپ سے سببی اور عارضی قرابت داری ہے ان کے بارے میں ارشاد قدرت ہے: "یا نساء النبی لستن کاحد من النساء" اے رسول کی بیویو! تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو ۔

آگے وضاحت موجود ہے کہ اگر تم نیک عمل کروگی تو دوگنا اجر دیا جائے گا اور اگر کوئی برا کام کروگی تو تمھیں سزا بھی دوگنی دی جائے گی تو ساداتِ کرام کی تو سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام سے خونی اور نسبی قرابت داری ہے تو اس نسبت کی وجہ سے ان کا احترام و اکرام کیوں نہیں کیا جائے گا؟ اور ان کا عذاب

Presented By: https://jafrilibrary.com

وثواب کیوں دوگنا نہ ہوگا؟ جیسا کہ اصول کافی وغیرہ میں اس قسم کی روایاتِ معتبرہ موجود ہیں ۔"لمحسنتا کفلان من الثواب ولمسیئنا کفلان من العذاب" ۔واللہ الہادی ۔ (ماہنامہ "دقائق اِسلام" جولائی ۲۰۱۲ء)

سوال: (۲۹۶): آیاتِ قرآنی سے ثابت ہے کہ انسان کے نسب کی کوئی فضیلت نہیں، کیونکہ انسان کی برگشت حسب قرآن مٹی کی طرف ہے ۔قیامت کے دن ہر حسب ونسب ختم ہوجائے گا سوائے میرے حسب ونسب کے (الحدیث) ۔وضاحت فرمائیں کہ اصل حقیقت کیا ہے ۔سادات یا امت؟

جواب: باسمہ سبحانہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام میں اخروی فوز و فلاح پانے اور جاگیر جنت الفردوس حاصل کرنے کا دارومدار ایمان وعمل صالح پر ہے، نہ کہ حسب ونسب پر ۔مگر یہ حقیقت بھی ناقابلِ انکار ہے کہ نسبت کے ادل بدل سے احکام میں ادل بدل ہوجاتا ہے ۔جیسا کہ سوال نمبر ۲۹۵ کے جواب میں واضح کیا جاچکا ہے ۔

مثلاً شرعی حکم یہ ہے کہ فاسق وفاجر آدمی کا اکرام واحترام نہ کیا جائے لیکن اگر کسی شخص کے ماں باپ فاسق وفاجر ہوں بلکہ اگر کافر بھی ہوں تو اس کے لیے قابلِ صد احترام ہیں ۔جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "وصاحبھما فی الدنیا معروفا" (القرآن) اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کے بارے میں ارشادِ قدرت ہے: "یانساء النبی لستن کاحد من النساء ....." اے رسولؐ کی بیویو! تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو ۔کیونکہ تمہاری پیغمبر اسلامؐ سے نسبت ہوگئی ہے ۔گو وہ سببی اور عارضی ہے ۔مگر سادات کرام کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خونی اور نسبی قرابت داری ہے ۔

لہٰذا اس کی وجہ سے قیامت کے دن بھی ان کی نسبت حضرت رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطع نہ ہوتو اس میں کیا جائے تعجب ہے؟ واضح رہے کہ یہ حدیث سنی وشیعہ کتب تفسیر وحدیث میں مذکور ہے ۔

سوال: (۲۹۷): ہمارے بروں کا ہمارے لیے اور ہمارے اچھوں کا خدا کے لیے احترام کرو ۔الحدیث ۔مولانا ..... نے اس حدیث کو قرآن وفرمان رسولؐ کے خلاف قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ عدل خداوندی کے خلاف ہے ۔ وضاحت فرمائیں ۔

جواب: باسمہ سبحانہ: معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مولانا نے غور وفکر کے ساتھ قرآن اور نبی اعظمؐ کے فرمان کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے ۔ورنہ ایسا فتویٰ جاری نہ کرتے ۔اسلام دین فطرت ہے ۔(فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا" اور فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی چیز کی نسبت بدلنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں ۔ بے شک ایک فاسق وفاجر شخص کی تعظیم کی بجائے شرعی حکم ہے کہ اس کی توہین کی جائے لیکن مولانا صاحب کے والدین اگر فاسق وفاجر بلکہ کافر بھی ہوں تو وہ ان کا احترام کریں گے یا ان کی توہین کرتے ہوئے ان کو لتر ماریں گے؟

ع بس اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا؟

بنا بریں اگر کسی فاسق کی نسبت کسی بزرگ بندے سے ہوجائے، اس کے بزرگ ہونے کی وجہ سے واجب الاحترام قرار پاتا ہے ۔تو اگر کسی بندہ کی نسبت ہوجائے سرکار محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام کی طرف خُرد ہونے کی تو وہ کیوں کر لائق اکرام نہیں ہوتا؟ اس میں قرآن وسنت کے احکام کی کونسی خلاف ورزی ہے؟ "یاسعد الابل" ۔

سوال: (۲۹۸): پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے شیطان نے میرے ہاتھوں پر اسلام قبول کرلیا ہے ۔اس کی وضاحت کیا ہے؟ یہ کونسا شیطان تھا ۔کیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس سے مراد شیطانِ رجیم ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ: یہ روایت برادرانِ اسلام کی ہے۔ وہی اس کا مطلب بہتر جانتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس قسم کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ نیز واضح ہو کہ شیطان رجیم ایک ہے جو تمام شیاطین کا باوا آدم ہے۔ ویسے اس کے بچونگڑے کروڑوں کی تعداد میں ہیں، جن کو شیطان کا قبیلہ یا شیاطین کہا جاتا ہے۔ "یراکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم .....ان الشیاطین لیوحون الیٰ اولیائھم" جو بنی آدم کی تعداد کے برابر ہیں۔ بلکہ اگر زیادہ نہیں ہیں تو کم بھی نہیں ہیں۔ الغرض جو شیطان ہے اس کے اسلام لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: (۲۹۹): نہج البلاغہ و صحیفہ کاملہ کی جملہ عبارات حدیث معصوم کا مقام رکھتی ہیں کیا ان ہر دو کتب کی مکمل عبارات مستند حدیث کا درجہ رکھتی ہیں۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: ہاں علماء اعلام کا یہی نظریہ ہے کہ نہج البلاغہ کا ہر خطبہ بلکہ ہر ہر جملہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی زبان حق ترجمان سے نکلا ہوا ہے۔ اور صحیفہ کاملہ کی ہر ہر دعا بلکہ ہر دعا کا ہر ہر فقرہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی زبان حق ترجمان سے نکلا ہوا ہے۔ اور اس موضوع پر ہمارے بعض محقق علماء نے بعض مستقل کتابیں لکھی ہیں، جن میں یہ حقیقت ثابت فرمائی ہے۔ شکر اللہ سعیھم۔

سوال: (۳۰۰): تفسیر و وسائل اور دیگر کتب احادیث کے تراجم و حواشی و تاریخ اور علم کلام و مناظرہ سے متعلق کتب جو آپ کے قلم سے سامنے آ چکے ہیں قابلِ صد تحسین ہیں، اور آج علمی حلقے ان کی ضرورت تسلیم کرنے پر مجبور

ہیں۔ کتاب موجودہ زیر قلم کتاب عملیات کے بعد یا ساتھ نہج البلاغہ اور صحیفہ کاملہ یا اسی نہج کے کسی علمی و ادبی تحقیقی کام کی منصوبہ بندی زیر غور ہے؟ شکریہ

جواب: باسمہ سبحانہ: میری کتب کی پذیرائی کا شکریہ، میری عادت ہے کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ ان موضوعات پر کام کیا جائے جن پر بالکل کام نہیں ہوا۔ یا ناقص ہوا ہے۔

لیکن نہج البلاغہ اور صحیفہ کاملہ پر بڑا کام ہو چکا ہے، بالخصوص حضرت مفتی جعفر حسین صاحب مرحوم کے تراجم و شروح کے بعد میں اس موضوع پر مزید کچھ کام کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ عملیات والی کتاب یعنی "زاد العباد" کے بعد اور بعض کتابیں سپرد قلم و قرطاس کر چکا ہوں جیسے:۔

① "تنزیہ الامامیہ در جواب رسالہ مذہب شیعہ و تحفۂ حسینیہ"۔

② "اقامت البرہان علیٰ بطلان التصوف والعرفان"۔

③ "تحفۃ الآفاق فی علم الاخلاق" وغیرہ

والحمد للہ اور بھی علمی منصوبے زیر نظر ہیں۔ ع

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں اپنا

والحمد للہ علیٰ احسانہ

(ماہنامہ "دقائق اسلام" اگست ۲۰۱۲ء)

نظر ثانی ۲۱ ستمبر ۲۰۱۹ء

نیو پورٹ (انگلینڈ)

Presented By: https://jafrilibrary.com